اخبار الرایہ

شمارنمبر611

(05-اگست-2026)

(عربی سے ترجمہ)

مغربی کنارہ: آتش فشاں کے دہانے پر!..........2

سوڈان کی صورتحال اور امریکی اہداف..........6

وہ بات جس سے حزب التحریر نے نو سال پہلے خبردار کیا تھا، اب حقیقت بن رہی ہے..........14

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسجد اقصیٰ کو یہودیوں سے پاک کیا جائے؟!..........16

نیتن یاہو کا دورہِ امریکہ: اس کے اسباب اور نتائج..........18

انقرہ میں نیٹو کانفرنس اور اس میں ترکی کا کردار..........22

جدید سیاسی بت پرستی۔ بتوں کے مجاور جمہوری نظام کے بت کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟!..........26

یہود کے ساتھ صلح شرعی طور پر حرام اور سیاسی طور پر خطرناک ہے..........30

جفری ساکس کا دورہ ازبکستان: عالمی معیشت میں وسطی ایشیا کی اہمیت کا اشاریہ..........34

امریکی وفد کا سلامتی کونسل کے اجلاس سے واک آوٹ!..........36

بے شک وہ سچی اور مخلص پکار (دعوت) وہی ہے جو حق کہتی ہے، اور رب العالمین کی رضا کے لیے نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافتِ راشدہ کے سائے میں اس کی شریعت کے نفاذ کی خاطر کام کرتی ہے، یہی وہ اکیلی طاقت ہے جو ہمارے علاقوں کی وحدت سے کھیلنے والے مغرب کے ہاتھ کاٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور یہی وہ اکیلی طاقت ہے جو ہماری جانوں کی حفاظت، ہماری عزتوں کی صیانت، اور اللہ رحمٰن کی رضا کے ساتھ امن وامان قائم کرنے کی اہل ہے۔

اداریہ

مغربی کنارہ: آتش فشاں کے دہانے پر!

تحریر: ڈاکٹر مؤمن عبداللہ

(ترجمہ)

شہروں اور دیہاتوں پر چھاپے اور یلغار، گھروں کی تلاشی، گرفتاریاں، گھریلو سامان کی توڑ پھوڑ اور کرفیو کا نفاذ؛ جگہ جگہ رکاوٹیں، راستوں کی بندش اور زمینوں پر قبضہ؛ آباد کاروں کے حملے، مویشیوں کی چوری اور فصلوں کو آگ لگانا اور انہیں تباہ کرنا؛ آباد کاروں کا مقابلہ کرنے اور اپنے اہل و عیال، مال اور جان کا دفاع کرنے والوں کا قتل، مار پیٹ اور ان پر تشدد؛ مسماری، زمین پر قبضے، گھروں کو ڈھانے اور رہائشیوں کو بے دخل کرنے کو قانونی تحفظ فراہم کرنے والے اسرائیلی پارلیمان (کنیست) کے قوانین اور عدالتی فیصلے... مغربی کنارے میں حالات وواقعات کی یہی سرخیاں ہیں جو چوبیس گھنٹے گردش کر رہی ہیں، بلکہ بسا اوقات یہ تمام مظالم ایک ہی وقت میں اکٹھے رونما ہوتے ہیں!

ان واقعات اور خبروں پر نظر رکھنے والا واضح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ درحقیقت یہودی وجود کے سیاست دانوں کے رجحانات کا عملی ترجمہ ہے، کیونکہ اب مغربی کنارے کے حوالے سے اس وجود اور اس کی قوم پرست اور توراتی قوم پرست جماعتوں کے عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ اس کے قائدین، جن میں بن غفیر اور سموتریچ سرِ فہرست ہیں، کے بیانات بالکل علانیہ، واضح اور دوٹوک ہیں۔ یہ تمام اقدامات نیتن یاہو کی قیادت میں دائیں بازو کے اس اتحاد کی چھتری تلے انجام پا رہے ہیں جو ٹرمپ اور مغربی رہنماؤں کے ساتھ اپنی ملاقاتوں میں لبنان، شام، ایران اور ترکی کے بارے میں تو باتیں کرتا ہے، لیکن اس کا حال یہ ظاہر کرتا ہے کہ مغربی کنارے کا معاملہ اب خارجہ پالیسی اور وزیر اعظم کی سطح کی ملاقاتوں کا موضوع نہیں رہا، بلکہ اسے اپنے اردگرد موجود خون کے پیاسے اور لوگوں کو ہجرت پر مجبور کرنے کے لیے بے تاب وزراء کے ایک گروہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

یہودی وجود اور اس کے موجودہ اتحاد کی پے در پے پالیسیوں کے نتیجے میں مغربی کنارہ اب بکھرے ہوئے ٹکڑوں، الگ تھلگ علاقوں، ایسی زمینوں جن تک رسائی ناممکن ہے، ایسی فصلوں جنہیں کاٹنے کی اجازت نہیں اور ایسے گھروں کی شکل اختیار کر چکا ہے جن پر مسماری کی تلوار لٹک رہی ہے؛ بلکہ ان میں سے کچھ تو اب ملبے کا ڈھیر بن چکے ہیں جس میں وہ

گھریلو سامان بھی دب چکا ہے جسے نکالنے کی لوگوں کو مہلت تک نہ مل سکی۔ مغربی کنارہ، جو منحوس اوسلو معاہدے کے تحت ارضِ مبارک فلسطین کے 22 فیصد جغرافیے پر مشتمل تھا، اس وجود کے نئے قوانین اور ضوابط کے مطابق اب سکڑ کر 9 فیصد سے بھی کم رہ گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسماری اور زمینوں پر قبضے کا یہ سلسلہ اب ان علاقوں (زون A اور B) تک بھی جا پہنچا ہے جو بظاہر اس بقیہ 9 فیصد کا حصہ ہیں اور فلسطینی اتھارٹی کے زیرِ انتظام تصور کیے جاتے ہیں۔

مغربی کنارے کو درپیش خطرہ ایک حقیقی خطرہ ہے، کیونکہ مغربی کنارہ کبھی بھی یہودی وجود کی پالیسیوں کے حاشیے پر نہیں رہا بلکہ ہمیشہ ایک مرکزی مسئلے کی حیثیت رکھتا رہا ہے۔ اس وجود کے قیام کے وقت سے دہائیوں تک اس کی پالیسیاں ترتیب دینے والی لیبر پارٹی کے نزدیک یہ علاقہ وہ سٹریٹیجک گہرائی (strategic depth) تھا جس سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بن گوریان سے لے کر رابن اور پیریز تک اس سیاسی دھارے کے تمام یہودی قائدین نے ہر اس منصوبے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں جو مغربی کنارے کو ان کے وجود سے الگ کرتا ہو، بشمول دو ریاستی حل کے۔ دائیں بازو کی قوم پرست یا لادین (سیکولر) جماعتوں کے نزدیک مغربی کنارہ یہودی وجود کا وہ اٹوٹ انگ ہے جس سے دستبرداری ممکن نہیں؛ جبکہ توراتی اور مذہبی قوم پرست جماعتوں کے نزدیک یہ وہ مقدس سرزمین ہے جس میں ان کے بقول اہم ترین مقدس مقامات اور وہ شہر واقع ہیں جنہیں توراتی مذہبی حیثیت حاصل ہے، جن میں سرِ فہرست بیت المقدس، الخلیل، نابلس اور اریحا ہیں۔ ان کی نظر میں یہ مقامات حیفا، یافا اور عکا سے بھی زیادہ مقدس اور اہم ہیں، بلکہ ان میں سے بعض کا تو یہ ماننا ہے کہ اس ریاست کا قیام اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک مغربی کنارے یا جسے وہ "یہودا اور سامرہ" کے علاقے کہتے ہیں، پر (1967 کے بعد) مکمل کنٹرول حاصل نہ کر لیا جائے۔

اس خطرے کو ماضی میں امریکہ کے دباؤ اور ان اقتصادی، سیاسی اور حفاظتی "ریڈ کارڈز" کے ذریعے روکا جاتا رہا ہے جو اکثر اس وجود کی پالیسیوں اور رجحانات کی راہ میں رکاوٹ بنتے تھے، جس کا اثر ان کے سیاسی حساب کتاب اور جماعتوں پر بھی پڑتا تھا۔ چنانچہ مغربی کنارے کے بارے میں بات کرتے ہوئے یا وہاں بڑے منصوبوں پر عمل درآمد کے وقت یہ جماعتیں ایک دوسرے کو لگام دیا کرتی تھیں، اور وہ خطے کے سیاسی و فوجی واقعات، عالمی تبدیلیوں اور امریکی انتخابات و ان کے نتائج سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بستیوں کی تعمیر کے "سرطانی پھیلاؤ" اور بتدریج حقائق مسلط کرنے کی پالیسی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے قوم پرست اور توراتی قوم پرست جماعتیں یہودی وجود کی قیادت پر فائز ہوئی ہیں، اور 7 اکتوبر 2023 سے اب تک کے پے در پے بڑے واقعات رونما ہوئے ہیں، یہ خطرہ کئی گنا بڑھ گیا ہے، دباؤ ختم ہو چکا ہے، ریڈ کارڈز کی گرفت کمزور پڑ گئی ہے اور اب خطرہ بالکل سر پر ہے اور صورتحال انتہائی سنگین ہو چکی ہے۔

چنانچہ ایک طرف فلسطینی اتھارٹی برسوں سے لوگوں کو کنگال کرنے اور مغربی کنارے کو معاشی، طبی، تعلیمی اور اخلاقی طور پر تباہ کرنے میں مصروف ہے اور عوام کے لیے پہلے سے تنگ حالات کو مزید مشکل بنا رہی ہے، تو دوسری طرف غاصب وجود اس دوران ہزاروں آباد کاروں کو مغربی کنارے لانے اور ان میں سے دسیوں ہزار کو جدید ترین ہتھیاروں سے لیس کر کے اسلحہ چلانے کی تربیت دینے میں منہمک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربوں کو قتل کرنے، انہیں بے دخل کرنے اور ان سے چھٹکارا پانے کے حوالے سے ایک مجرمانہ فکری ذہن سازی بھی کی جا رہی ہے۔ اب اس رجحان کے عملی پہلو کی طرف بڑھتے ہوئے رام اللہ، الخلیل، نابلس اور دیگر علاقوں کے دیہاتوں میں اس جرم کے چھوٹے پیمانے پر تجرباتی مناظر پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آباد کاروں کی ایک ایسی فوج تیار کرنے کی سرگرمیاں تیز کر دی گئی ہیں جو جرائم میں سرکاری فوج سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسی فوج ہو گی جو 1948 میں قتل عام کرنے والے "ہگاناہ" اور "ارگون" جیسے دہشت گرد گروہوں کی طرز پر ہو گی، اور یہ اس خونی تاریخ کو دہرانے کے لیے تڑپ رہی ہے۔

آباد کاروں کی اس فوج کی نگرانی کرنے والی یہی وہ جماعتیں ہیں جن کی نیتن یاہو کو اگلے انتخابات کی صورت میں حکومت بنانے کے لیے ضرورت ہو گی۔ یہی جماعتیں اب مغربی کنارے کو اپنے ان ووٹروں کے لیے ووٹ کھینچنے کا ذریعہ بنا رہی ہیں جو جرائم کے پیاسے ہیں، اور انتخابات کے بعد حکومت سازی کے لیے نیتن یاہو کے اتحاد کا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ اس دن کی منتظر ہیں کہ جب وہ نیتن یاہو کی میز پر اپنے اہم منصوبے رکھیں گی، جن میں زمینوں کے الحاق، جبری بے دخلی اور دو ریاستی حل سے متعلق ہر قسم کی میڈیا اور سیاسی گفتگو کا خاتمہ شامل ہے، کیونکہ زمین پر اس منصوبے کو عملی طور پر پہلے ہی ختم کیا جا چکا ہے۔ نیتن یاہو ہمیشہ سے یہی خواب دیکھتا رہا ہے، لیکن اس کا یہ خواب مقامی رکاوٹوں جیسے کہ آبادیاتی ڈراؤنا خواب (demographic nightmare) اور تیس لاکھ مسلمانوں کا انتظامی بوجھ، علاقائی طور پر دو ریاستی حل پر مبنی عرب مفاہمتوں، اور بین الاقوامی سطح پر اس کے خلاف امریکی ویٹو سے ٹکراتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب یہ متکبر شخص مغربی کنارے کے مستقبل، اس کے اگلے عنوان اور وہاں کے باشندوں کے مقدر کے بارے میں بات کرنے میں پہلے سے زیادہ بے باک ہو گیا ہے۔

مغربی کنارے کے لوگوں کے لیے وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ جو شخص اس "رضاکارانہ ہجرت" سے بچ نکلتا ہے جسے یہ مجرم وجود، کٹھ پتلی اتھارٹی کی مدد اور اس کے بدعنوان کارندوں کی نگرانی میں نافذ کر رہا ہے، اسے اب اس وجود کی فوج اور آباد کاروں کے ہاتھوں مغربی کنارے کے اندر یا باہر "جبری ہجرت" کا خطرہ لاحق ہے۔ مسلم ممالک کے حکمران

نظاموں کی جانب سے کسی بھی قسم کی مخالفت کی امید رکھنا فضول ہے، اور امریکی ویٹو، سیاسی حساب کتاب اور ممالک کے مفادات و منصوبوں پر بھروسہ کرنا ایک انتہائی خطرناک جوا ہے، خاص طور پر موجودہ تبدیلیوں کے تناظر میں۔ جہاں تک یہودی وجود کے انتخابات سے کوئی امید وابستہ کرنے کا تعلق ہے، تو یہ سراسر دیوانگی ہے۔ مسلم ممالک کے سیاست دانوں، فوجیوں اور عوام کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے، بالخصوص سرحدی ممالک یعنی مصر، شام، اردن اور لبنان کو، کیونکہ پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ مغربی کنارے کا خطرہ ان کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے، لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ ان کے اپنے ممالک کا خطرہ مغربی کنارے کے خطرے کو مزید سنگین بنا رہا ہے، خاص طور پر جنوبی لبنان سے تقریباً دس لاکھ لوگوں کی بے دخلی، دمشق کے لیے شدید خطرات اور جنوبی شام کے دیہاتوں پر چھاپوں کے بعد۔ جی ہاں، سیاست دانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر اس سیاسی عمل کا حصہ بنیں جو ایک ایسی فوجی حرکت کی طرف لے جائے جو بساط پلٹ دے اور حالات کا رخ موڑ دے۔ فوجیوں کو صورتحال بچانے کے لیے فوری حرکت میں آنا چاہیے اور اس مرحلے کا عنوان "بغاوت" ہونا چاہیے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ اس منصوبے کے لیے سیاست دانوں کی حمایت کریں اور افواج پر دباؤ ڈالیں تاکہ مغربی کنارے اور پورے فلسطین کے اپنے بھائیوں کی جان بچائیں اور خود کو اور اپنے ممالک کو بھی اس تباہی سے بچا لیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال کا جواب

سوڈان کی صورتحال اور امریکی اہداف

(ترجمہ)

سوال: (سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز ملیشیا کے درمیان لڑائی حال ہی میں جنوبی وسطی سوڈان کی ریاست شمالی کردفان میں اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے.. العربي الجديد، 2026/7/28)۔ تین سال سے زیادہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود فوجی کارروائیاں اب بھی جاری ہیں، خاص طور پر 2025/10/26 کو الفاشر پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے قبضے اور وہاں سے فوج کے پیچھے ہٹنے کے بعد۔ ان لڑائیوں میں شدت کو اس امریکی تجویز نے بھی کم نہیں کیا جو امریکی ایلچی مسعد بولس نے 2026/6/20 کو تین ماہ کی جنگ بندی کے لیے پیش کی تھی۔ تو سوڈان کی صورتحال کس طرف جا رہی ہے؟ اس حل کی تجویز سے امریکہ کا مقصد کیا ہے؟ اور کیا یہ جلد پورا ہو سکتا ہے؟ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: مندرجہ بالا سوالات کا جواب واضح کرنے کے لیے ہم درج ذیل امور کا جائزہ لیتے ہیں:

1- ریپڈ سپورٹ فورسز نے 2025/2/22 کو کینیا کے دارالحکومت نیروبی میں "سوڈانی آئینی میثاق" پر دستخط کیے۔ اس کے بعد "سوڈانی بانی اتحاد" (التحالف التأسيسي السوداني) کا باضابطہ قیام عمل میں آیا۔ اس اتحاد نے ہفتہ 2025/7/26 کو ملک میں سرکاری حکام کے متوازی ایک حکومت بنانے کا اعلان کیا۔ (اتحاد کے ترجمان علاء الدین نقد نے ریاست جنوبی دارفور کے دارالحکومت نیالا سے ایکس پلیٹ فارم پر ایک بیان میں اعلان کیا کہ اتحاد کی قیادت نے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں 15 اراکین پر مشتمل ایک صدارتی کونسل تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا، جس کی سربراہی ریپڈ سپورٹ فورسز کے کمانڈر محمد حمدان دقلو "حمیدتی" کریں گے، جبکہ پیپلز لبریشن موومنٹ-نارتھ کے سربراہ عبدالعزیز الحلو ان کے نائب اور محمد حسن التعائشی وزیراعظم ہوں گے.. الجزیرہ، 2025/7/27)۔

2- 26 اکتوبر 2025 کو ریپڈ سپورٹ فورسز نے مغربی سوڈان میں ریاست شمالی دارفور کے مرکز الفاشر شہر پر اپنے قبضے کا اعلان کیا، جس کا وہ مئی 2024 سے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یہ شہر اپنی جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے سٹریٹیجک حیثیت

رکھتا ہے کیونکہ یہ لیبیا، چاڈ اور دارفور ریجن کے مغربی شہروں کے ساتھ سرحد پر واقع ہے۔ نیز یہ انتظامی اور سیاسی دارالحکومت بھی ہے، جس کی وجہ سے اس پر قبضے کی علامتی اہمیت بڑھ جاتی ہے، مزید یہ کہ یہ دارفور سلطنت (1604-1874) کا تاریخی دارالحکومت رہا ہے، جو متوازی بانی حکومت کے بیانیے میں اس پر قبضے کو بہت بڑی علامتی قدر بخشتا ہے۔ (ریپڈ سپورٹ فورسز نے اتوار کے روز اعلان کیا کہ انہوں نے ایک سال سے زیادہ عرصے سے محصور شہر الفاشر پر اپنا کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ اس پیش رفت کا مطلب ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز نے دارفور کی تمام پانچوں ریاستوں پر اپنا کنٹرول مکمل کر لیا ہے، اور ملک عملاً دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے: مشرقی حصہ سوڈانی فوج کے قبضے میں اور مغربی حصہ ریپڈ سپورٹ فورسز کے قبضے میں ہے"..الجزیرہ، 28/10/2025)۔ دارفور کی پانچ ریاستوں میں سے الفاشر وہ واحد ریاست تھی جس پر ریپڈ سپورٹ فورسز اس وقت تک قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھیں۔

3-اس طرح، دارفور پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے قبضے کے بعد، امریکہ کا وہ منصوبہ عملی طور پر سامنے آ گیا جس میں وہ کافی عرصے سے دارفور کو سوڈان سے الگ کرنے کے لیے زمین ہموار کر رہا تھا۔ سوڈانی فوج نے بھی اس رجحان کی حمایت میں اپنا کردار ادا کیا، جہاں اس نے منظم تباہی اور شہریوں کی ہلاکتوں کو روکنے کے بہانے شہر سے پیچھے ہٹنے کا اعلان کیا، جبکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نے امریکہ کی ہدایات یا ایما پر شہر ریپڈ سپورٹ فورسز کے حوالے کیا تا کہ اس کے منصوبے کو عملی شکل دی جا سکے۔ ہم نے 03 نومبر 2025 کو جاری کردہ ایک سوال کے جواب میں اسے واضح طور پر بیان کیا تھا، جس میں لکھا تھا: [اس بات کی مزید تصدیق امریکہ کی جانب سے واشنگٹن میں اپنے دو ایجنٹوں کے وفود کو اکٹھا کرنے سے بھی ہوتی ہے: (ایک سفارتی اہلکار نے گذشتہ جمعرات کو تصدیق کی تھی کہ کواڈ ممالک (امریکہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مصر) آج واشنگٹن میں سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کے نمائندوں سے ملاقات کریں گے تا کہ دونوں فریقوں کو تین ماہ کی انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ بندی پر آمادہ کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ مقصد یہ ہے کہ "جنگ بندی کو مستحکم کرنے اور شہریوں تک انسانی امداد پہنچانے کی اجازت دینے کے لیے متحد ہو کر دباؤ ڈالا جائے"، العربیہ، 24/10/2025)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کا الفاشر پر دھاوا بولنا اور سوڈانی فوج کا اسے خالی کرنا، واشنگٹن اجلاس کے ساتھ ہم آہنگ ہونا اس بات کی بلا شبہ دلیل ہے کہ اس سٹریٹیجک شہر کو ریپڈ سپورٹ فورسز کے حوالے کرنے کا فیصلہ واشنگٹن میں کیا گیا تھا اور دونوں سوڈانی فریقوں نے فوری طور پر، یعنی دو دن بعد ہی زمین پر اس کی تعمیل شروع کر دی، اور تیسرے دن اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔] جواب ختم ہوا۔

4-2025/10/26 کو الفاشر پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے قبضے کے بعد، متوازی حکومت کی صدارتی کونسل نے یکم جون 2026 کو ایک متحدہ قومی فوج، سلامتی، دفاع اور انٹیلی جنس سے متعلق فیصلوں کا اعلان کیا جس کا مقصد عبوری دور کے دوران قومی سلامتی اور دفاع کے معاملات کے انتظام کو منظم کرنا تھا؛(اسکائی نیوز عربیہ، 2026/06/01)۔ یہ سب حقیقت میں ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ بہت پہلے سے الفاشر کو ریپڈ سپورٹ فورسز کے حوالے کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ صرف مناسب وقت اور حالات کا انتظار کر رہا تھا۔ اس سب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امریکہ سوڈان کو تقسیم کرنے کی ایسی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے جسے انتہائی باریک بینی سے کنٹرول کیا جا رہا ہے، جس میں نیروبی میثاق، متوازی حکومت کا اعلان، وزارتوں کی تقرریوں، اور فوج و انٹیلی جنس کے فیصلوں کے ذریعے زمین پر قدم بہ قدم ایک منصوبہ بند ریاست کی تعمیر کی جارہی ہے۔ اس نے پہلے نیروبی میثاق کے ذریعے مغرب میں قائم ہونے والی مجوزہ ریاست کے لیے آئینی ڈھانچہ تیار کیا، پھر حمیدتی کی سربراہی میں متوازی حکومت کی تشکیل اور التعائشی کی بطور وزیر اعظم تقرری کے ذریعے اس مجوزہ ریاست کو سیاسی ادارہ جاتی رنگ دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا، جس کے بعد وزارتوں اور بینکاری نظام کے فیصلے سامنے آئے.. اب صرف متوازی حکومت کو، جس کا دارالحکومت نیالا ہے، الفاشر منتقل کرنا باقی رہ گیا ہے جو اپنی علامتی اہمیت کی حامل ہے اور اب بھی ریاست کا انتظامی و سیاسی دارالحکومت ہے۔

5-اس کے بعد 2026/6/20 کو امریکی صدر کے ایلچی برائے عرب و افریقی امور مسعد بولس کے ذریعے نئی امریکی تجویز سامنے آئی جو امرِ واقعہ (status quo) کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی دعوت دیتی ہے۔ انہوں نے سوڈانی حکومت کو پیش کردہ اپنی اپ ڈیٹ شدہ دستاویز میں (پورے ملک میں 90 دنوں کے لیے فوری اور جامع انسانی جنگ بندی کے اعلان کی تجویز دی تاکہ انسانی امداد کی ترسیل اور ضرورت مندوں تک اس کی رسائی کو آسان بنایا جا سکے، اور شہریوں، انفراسٹرکچر، عوامی سہولیات اور خدمات کا تحفظ کیا جائے اور ان کی مرمت پر کام کیا جائے)۔ اسی طرح اس دستاویز میں (افریقی یونین اور عرب لیگ کی شرکت کے ساتھ اقوام متحدہ کے تحت ایک طریقہ کار بنانے کی تجویز بھی دی گئی تاکہ محدود فوجی انخلاء کی کارروائیوں میں مدد مل سکے، جس سے انسانی امداد کی رسائی کو آسان بنانے، شہریوں کے تحفظ اور بے گھر افراد کی واپسی کے لیے حالات سازگار بنانے میں مدد ملے، اور معاہدے پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے ایک رابطہ کمیٹی اور جنگ بندی کے دوران پیدا ہونے والے کسی بھی تنازعے کے تصفیے اور نگرانی کے لیے طریقہ کار وضع کیا جائے)۔ یہ دستاویز اس بات پر بھی زور دیتی ہے کہ (جنگ بندی کی مدت کو مستقل فائر بندی تک پہنچنے کے لیے مذاکرات اور ایک ایسی عبوری کارروائی کے آغاز کے لیے استعمال کیا جائے جس کی قیادت ایک سویلین اتھارٹی کے ہاتھ میں ہو)۔

یہ (مستقل فائر بندی اور اس سے متعلقہ حفاظتی انتظامات پر مذاکرات کی دعوت دیتی ہے جس میں انخلاء کے اقدامات اور ضرورت پڑنے پر افواج کی دوبارہ تعیناتی شامل ہے، جبکہ پہلے مرحلے میں ریاست شمالی دارفور اور شمالی کردفان کو ترجیح دی جائے گی جو اقوام متحدہ کے طریقہ کار کے مطابق ہو گی، اس کے ساتھ ساتھ ہتھیار ڈالنے، فوج سے علیحدگی اور معاشرے میں دوبارہ شمولیت کے پروگراموں کی تکمیل اور افواج کو کیمپوں میں جمع کرنے اور دیگر متعلقہ اقدامات کیے جائیں گے)۔ اس دستاویز میں یہ بھی درج ہے کہ (ایک ایسی متحدہ قومی فوج کو برقرار رکھا جائے جو منتخب آزاد سویلین حکومت کے سامنے جوابدہ ہو اور اقوام متحدہ کے طریقہ کار کی بنیاد پر بین الاقوامی مبصرین کی تعیناتی کی جائے)۔

6- چنانچہ امریکی تجویز میں انسانی امداد پہنچانے کے بہانے جس جنگ بندی کا ذکر کیا گیا ہے، وہ جب ریپڈ سپورٹ فورسز جیسے علیحدگی پسند باغیوں کے ساتھ ہو تو یہ تجویز ان کے وجود کو تسلیم کرتی ہے اور انہیں اسی حالت پر برقرار رکھتی ہے جس میں وہ ہیں۔ اسی طرح جب یہ دستاویز (حفاظتی انتظامات بشمول انخلاء کے اقدامات اور افواج کی دوبارہ تعیناتی) کی بات کرتی ہے تو یہ ریپڈ سپورٹ فورسز کی موجودگی اور بقاء کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے خاتمے اور انکے وجود کو مٹانے کی بات کرنے سے گریز کرتی ہے، بلکہ جب وہ ریپڈ سپورٹ فورسز کو دوبارہ تعیناتی کی دعوت دیتی ہے تو ضمنی طور پر ان کے باقی رہنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ ملک کی فوج اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کرنے والوں، جیسے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز، کے درمیان برابری پیدا کرتی ہے۔ اس دستاویز نے (انسانی امداد کی رسائی کو آسان بنانے، شہریوں کے تحفظ اور بے گھر افراد کی واپسی کے لیے حالات سازگار بنانے..) کے بہانے (محدود فوجی انخلاء) کی دعوت دی ہے، جو ان افواج کے وجود کو ختم کیے بغیر انہیں برقرار رکھنے کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ دستاویز ریپڈ سپورٹ فورسز کے وجود اور غلبے کی مشروعیت کی اس وقت تصدیق کرتی ہے جب یہ (ملک گیر سطح پر 90 دنوں کے لیے فوری اور جامع انسانی جنگ بندی کے اعلان) کی دعوت دیتی ہے، اور جب یہ (جنگ بندی کی مدت کو مستقل فائر بندی تک پہنچنے کے لیے مذاکرات اور سویلین اتھارٹی کی قیادت میں عبوری مرحلے کے آغاز کے لیے استعمال کرنے) کی دعوت دیتی ہے، تو یہ ریپڈ سپورٹ فورسز کو علیحدگی پسند اور باغی افواج کے طور پر نہیں دیکھتی بلکہ سوڈان کو تقسیم کرنے کے لیے ان کی علیحدگی پسند حکومت کو تسلیم کرتی ہے۔

اور علم میں رہے کہ حالیہ امریکی تجویز کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ یہ پرانی ہے، جو 2025/9/12 کو کواڈ (امریکہ، سعودی عرب، مصر اور متحدہ عرب امارات) کے نام سے جاری ہونے والی امریکی تجویز کی تجدید کرتی ہے جو 3 ماہ کی انسانی جنگ بندی کی دعوت دیتی ہے تا کہ مستقل فائر بندی کی طرف بڑھا جا سکے۔

2026/6/20-7 کو جاری ہونے والی حالیہ امریکی تجویز پر سوڈانی ردعمل 2026/6/25 کو آیا، جس کی تفصیلات تاخیر سے شائع ہوئیں؛ الجزیرہ نیٹ ورک نے 2026/7/10 کو سوڈانی سرکاری ذرائع کے حوالے سے حالیہ امریکی تجویز پر حکومت کا جواب نقل کیا۔ ان ذرائع نے بتایا کہ جواب میں (حکومت نے مذاکرات کے ذریعے جنگ ختم کرنے اور 90 دن کی انسانی جنگ بندی کے عزم کا اعادہ کیا، اس شرط کے ساتھ کہ ریپڈ سپورٹ فورسز ان تمام شہروں سے پیچھے ہٹ جائیں جن پر انہوں نے 2023/5/11 سے قبضہ کیا ہوا ہے)۔ یہ وہ تاریخ تھی جب دونوں فریقوں نے امریکہ اور سعودی عرب کی سرپرستی میں جدہ اعلامیہ پر دستخط کیے تھے۔ اس جواب میں (سوڈان کی وحدت اور اس کی علاقائی سالمیت کی ضمانت، سوڈانی مسلح افواج کو بطور متحدہ قومی فوج برقرار رکھنے اور تمام فوجی تشکیلات کو اس میں ضم کرنے، سوڈان کے معاملات میں غیر ملکی مداخلت ختم کرنے اور ریپڈ سپورٹ فورسز ملیشیا کو اسلحہ اور کرائے کے فوجیوں کی فراہمی روکنے) کی باتیں شامل تھیں۔ سوڈانی حکومتی جواب کی دوسری دستاویز میں (ریپڈ سپورٹ فورسز کا شہروں سے انخلاء اور تین مراحل میں مخصوص مقامات پر ان کے جمع ہونے) کی تفصیلات تھیں: پہلا مرحلہ 30 دنوں میں مکمل ہونا تھا جس میں نیلِ ازرق ریجن، ریاست شمالی کردفان، اور شمالی، وسطی اور مغربی دارفور سے انخلاء شامل تھا۔ دوسرا مرحلہ پہلے مرحلے کی تکمیل کے 30 دنوں کے اندر شروع ہونا تھا جس میں ریاست مغربی کردفان اور جنوبی دارفور کے شہروں سے ریپڈ سپورٹ فورسز کا انخلاء شامل تھا۔ اور تیسرا مرحلہ دوسرے مرحلے پر عمل درآمد کے 30 دن بعد شروع ہونا تھا جس میں ریاست مشرقی اور جنوبی کردفان سے انخلاء شامل تھا۔ ان کے جمع ہونے کی جگہ "کاودا" مقرر کی گئی تھی جو کہ عبدالعزیز الحلو کی زیرِ قیادت پیپلز لبریشن موومنٹ-نارتھ کا گڑھ ہے اور جو ریپڈ سپورٹ فورسز کی حلیف ہے۔ جواب کی تیسری دستاویز میں (جامع سوڈانی-سوڈانی مکالمے کے ذریعے سیاسی عمل کی تفصیلات شامل تھیں تاکہ ایک ایسی عبوری سویلین حکومت قائم ہو سکے جو آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے انعقاد تک برقرار رہے)۔ سوڈانی حکومت کا ریپڈ سپورٹ فورسز سے ان شہروں سے انخلاء کا مطالبہ کرنا جن پر وہ قابض ہیں اور پھر انہیں مخصوص جگہوں پر ٹھہرانا، دراصل ان کے وجود کا اعتراف ہے اور انہیں ختم کرنے یا ان کا وجود مٹانے کے بجائے برقرار رکھنا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کے لیے حکومت کے انخلاء یا مذاکرات کے مطالبات کو تسلیم کرنا آسان نہیں ہے، ورنہ وہ بغاوت نہ کرتی اور یہ گھناؤنے فعل انجام نہ دیتی، اور نہ ہی وہ جرائم کرتی جن کا وہ ارتکاب کر چکی ہے اور لاکھوں لوگوں کو نقصان پہنچانے اور بے گھر کرنے کا سبب بنی ہے۔ بلکہ اس معاملے کو ان کے ساتھ صرف فوجی قوت کے ذریعے مکمل خاتمے کے پختہ ارادے سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔

8- ٹرمپ کے سینئر مشیر برائے عرب و افریقی امور مسعد بولس کی جانب سے 20 جون کو قاہرہ میں اعلان کردہ اس منصوبے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فائر بندی کے یہ اور اس سے پہلے کے تمام منصوبے حقیقت میں دارفور کو سوڈان سے الگ کرنے کے امریکی منصوبے کی خدمت کرتے ہیں۔ یعنی امریکہ کی طرف سے اب تک پیش کیے گئے منصوبوں کے دو مقاصد ہیں: پہلا یہ کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کو ایک متوازی سیاسی وجود کے طور پر ظاہر کیا جائے جس کا اپنا انتظامی ڈھانچہ اور سیاسی پروگرام ہو اور وہ مذاکرات کی میز پر بیٹھے.. اور دوسرا یہ کہ امریکہ فائر بندی کے ان معاہدوں کے ذریعے سوڈانی فوج کے لیے الفاشر کو واپس لینے کا راستہ مکمل طور پر بند کرنا اور وہاں حمیدتی کے کنٹرول کو مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ لہذا، امریکہ کی طرف سے فائر بندی کی تجاویز کو، چاہے وہ مسعد بولس کی ذاتی وساطت سے ہوں یا کواڈ کمیٹی کے ذریعے، اسی زاویے سے دیکھنا ضروری ہے، یعنی دارفور کی علیحدگی کی تکمیل کے لیے بتدریج تیاری کرنا اور مذاکرات کے موضوع کو دیگر تنازع زدہ علاقوں سے جوڑنا.. اور جس طرح اس نے جنوبی سوڈان کو الگ کرنے میں وقت لیا تھا، وہی کچھ وہ یہاں بھی کر رہا ہے! رہی بات اس تجویز میں سوڈان کے انسانی بحران کے ذکر کی، تو اس کی امریکہ یا ٹرمپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے!

9- دارفور پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے کنٹرول کو مستحکم کرنے کے لیے، حملوں کا دائرہ دارفور سے باہر بلکہ کردفان کی ان تین ریاستوں تک بڑھ گیا ہے جو مشرقی سوڈان کی ریاستوں، جن میں سب سے اہم دارالحکومت خرطوم ہے، اور دارفور کی ان پانچ ریاستوں کے درمیان واقع ہیں جو ریپڈ سپورٹ فورسز کے کنٹرول میں آ چکی ہیں۔ جہاں جنگی طیارے کئی شہروں اور دیہاتوں میں ریپڈ سپورٹ فورسز کے ٹھکانوں پر بمباری کر رہے ہیں تاکہ ان افواج کو ریاست شمالی کردفان کے دارالحکومت "الابیض" شہر کو نشانہ بنانے سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا جا سکے گی۔ ظاہر ہوتا ہے کہ کردفان کی ریاستوں میں ریپڈ سپورٹ فورسز کے حملوں اور الابیض شہر پر قبضے کی کوشش کا مقصد دارفور کے ان علاقوں سے لڑائی کو دور رکھنا ہے جن پر وہ قبضہ کر چکے ہیں، تاکہ لوگوں کی توجہ وہاں سے ہٹائی جائے اور وہ اسے بھول جائیں۔ پس ریپڈ سپورٹ فورسز کسی دوسری سرزمین پر لڑ رہی ہیں جو ان کا اصل ہدف نہیں ہے۔ اسی طرح ایتھوپیا کی سرحد پر نیلِ ازرق میں بھی ہوا، جہاں سوڈانی فوج نے 10/7/2026 کو اپنے ایکس اکاؤنٹ پر اعلان کیا کہ انہوں نے ملک کے جنوب مشرق میں ریاست نیلِ ازرق کے علاقوں "دیم سعد" اور "یارا" پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے، یہ کامیابی ریپڈ سپورٹ فورسز اور پیپلز لبریشن موومنٹ-نارتھ کے حملے کو ناکام بنانے اور ریاست نیلِ ازرق کے سٹریٹیجک شہر "الکرمک" کا کنٹرول واپس لینے کے بعد حاصل ہوئی..

یوں معلوم ہوتا ہے کہ قتال دیگر علاقوں میں جاری رہے گا تاکہ پورے دارفور پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے قبضے کو یقینی بنایا جاسکے، اور یہ کہ دارفور کی نظام کی طرف واپسی اب مذاکرات کا موضوع نہیں رہا بلکہ مذاکرات ان دیگر علاقوں پر ہوں گے جہاں قتال جاری ہے! اسی لیے الابیض شہر گزشتہ کئی ہفتوں سے شدید باہمی حملوں کا منظر پیش کر رہا ہے.. اقوام متحدہ نے گزشتہ مئی میں کردفان ریجن میں حملوں میں اضافے سے خبردار کیا تھا، جن میں جنوری اور اپریل 2026 کے درمیان کم از کم 880 شہری ہلاک ہوئے تھے۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت کی ڈپٹی پراسیکیوٹر نزہت شمیم خان نے 16/7/2026 کو سلامتی کونسل کے سامنے بریفنگ کے دوران خبردار کیا کہ (جنوبی سوڈان میں ریاست شمالی کردفان کے دارالحکومت الابیض شہر میں سنگین ترین بین الاقوامی جرائم وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔ انہوں نے کہا "اس کونسل اور تمام ممالک کی ذمہ داری ہے کہ وہ مزید مظالم کو روکنے کے لیے حرکت میں آئیں"... اناطولیہ، 16/7/2026)۔ اگرچہ واجب یہ ہے کہ سوڈان کی وحدت کو برقرار رکھا جائے اور اس کے ہر حصے کا دفاع کیا جائے، لیکن کردفان کی ریاستوں پر توجہ مرکوز کرنا اور دارفور کی ریاستوں کو بھلا دینا اور فوج سے یہ مطالبہ نہ کرنا کہ وہ انہیں علیحدگی پسند ریپڈ سپورٹ فورسز سے آزاد کرائے، دراصل دارفور کی علیحدگی کو تسلیم کرنے، اس پر خاموشی اختیار کرنے اور دیگر ریاستوں پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ہے! اسی لیے ان علاقوں میں قتال شدت اختیار کر رہا ہے: (سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز ملیشیا کے درمیان لڑائی حال ہی میں جنوبی وسطی سوڈان کی ریاست شمالی کردفان میں اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے.. العربی الجدید، 28/7/2026)۔ یوں دارفور سے باہر یہاں وہاں لڑائیاں جاری ہیں، اور فوج ان علاقوں میں لڑتی رہے گی یہاں تک کہ جب معاہدے پر دستخط کا وقت آئے گا تو مذاکرات ان افواج کے دارفور سے باہر کے علاقوں سے انخلاء پر ہوں گے جبکہ دارفور الگ تھلگ رہے گا!

10- اور اختتام پر، اے سوڈان کے غیور بھائیو! ہم اپنی وہ پکار آپ کے سامنے ایک بار پھر دہراتے ہیں جو اس سے پہلے کئی بار آپ کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سچے اور مخلص ہیں، اور اللہ سے دعا گو ہیں کہ اس پکار کو بہترین سماعت اور قبولیت کی برکت نصیب ہو، اور اللہ ہی صالحین کا کارساز ہے:

[اے عظیم اسلامی سوڈان کے رہنے والو!... دنقلا مسجد کے سوڈان والو، وہ پہلی مسجد جو اولین مسلمانوں نے سوڈان میں تعمیر کی تھی... خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے عظیم اسلامی فتح کے سوڈان والو، جہاں انہوں نے مصر کے گورنر کو حکم دیا تھا کہ سوڈان میں اسلام کا نور داخل کریں، تو انہوں نے عبداللہ بن ابی السرح کی قیادت میں اسلام کے لشکر روانہ

کیے، اور یوں 31 ہجری میں یہ فتح مکمل ہوئی... اس طرح اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے تیزی سے پھیلا یہاں تک کہ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پورے سوڈان کو بھر دیا.. پھر یہ سلسلہ مسلم خلفاء کے دور میں جاری رہا...

اے سوڈان کے لوگو، جو 1896 سے لے کر پہلی جنگ عظیم کے وسط 1916 تک انگریزوں کے خلاف بر سرِ پیکار رہے، جب دارفور کے گورنر، ایک متقی اور طاقتور ہیرو، عالم اور مجاہد "علی بن دینار" شہید ہوئے، جنہیں اہل مدینہ اور اہل شام کے میقات "ذوالحلیفہ" کی اصلاح اور حجاج کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ کنویں کھدوانے کا اعزاز حاصل ہے جو آج تک ان کے نام پر "ابیارِ علی" کہلاتے ہیں...

اے سوڈان کے بھائیو! ہم آپ کو پکار رہے ہیں، لہٰذا پچھتاوے کا وقت آنے سے پہلے معاملے کو سنبھال لیں، پھر پچھتانے کا وقت نہیں ملے گا.. لڑنے والے دونوں فریقوں کا ہاتھ تھامیں اور انہیں حق کی طرف مڑنے پر سختی سے مجبور کر دیں.. اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے حزب التحریر کی نصرت کریں، کیونکہ اسی میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے اور کفر و کافرین کی ذلت ہے.. اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی چیز ہے.. ﴿**إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ**﴾(بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو یا جو پوری توجہ سے سنے)۔(سورۃ ق: آیت 37)]

اور اس طرح سوڈان اسلام کے ذریعے دوبارہ مضبوط اور معزز بنے گا، اس پر 'رایۃ العقاب' لہرائے گی، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم:﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيم**﴾(اور اس دن مومن خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور وہی سب سے زیادہ زبردست اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)۔(سورۃ الروم: آیت 4-5)

15 صفر 1448 ہجری

بمطابق 29/7/2026 عیسوی

وہ بات جس سے حزب التحریر نے نو سال پہلے خبردار کیا تھا، اب حقیقت بن رہی ہے

یورپی سیٹلائٹ "سینٹینل-2" سے لی گئی حالیہ تصاویر نے ایک ماہ کے دوران دریائے نیل کے بہاؤ میں واضح کمی ظاہر کی ہے، جس کی وجہ سے پانی کے کئی بڑے اسٹیشن بند ہو گئے ہیں۔ 22 جولائی 2026 کو اخبار "الشرق الاوسط" میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے: "اس موسم گرما میں دریائے نیل کے پانی میں کمی صرف دریا کی سطح میں موسمی تبدیلی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک ایسے بحران میں بدل گئی جس نے لاکھوں سوڈانیوں کی زندگیوں کو متاثر کیا ہے۔ پینے کے پانی کے اسٹیشنوں کے بند ہونے اور کئی علاقوں میں سپلائی کم ہونے کے بعد، اب اس کے اثرات زرعی سیزن اور غذائی تحفظ تک پھیلنے کے خدشات پیدا ہو گئے ہیں۔"

اس صورتحال پر حزب التحریر ولایہ سوڈان کے سرکاری ترجمان استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل) نے ایک پریس ریلیز میں کہا: یہ معاملہ متوقع تھا اور ہم نے حزب التحریر ولایہ سوڈان کی جانب سے اس بارے میں خبردار کیا تھا۔ ہم نے سوڈان اور مصر کی آبی سلامتی پر ایتھوپیا کے "سدِ نہضہ" (رینیسانس ڈیم) کے خطرات واضح کیے تھے، اور یہ بھی بتایا تھا کہ کس طرح مصر اور سوڈان کے حکمرانوں نے امت کے حقوق کا سودا کیا، جب انہوں نے 23 مارچ 2015 کو خرطوم میں "اعلانِ اصول" کے معاہدے پر دستخط کر کے اس تباہ کن ڈیم کی تعمیر پر رضامندی ظاہر کی۔

استاد ابو خلیل نے مزید کہا: اس ڈیم کی مخالفت میں ہم نے درجنوں سیمینار اور فورم منعقد کیے، جن میں مخلص آبی ماہرین کو مدعو کیا گیا جنہوں نے سوڈان اور مصر کی آبی سلامتی پر اس ڈیم کے خطرات کو واضح کیا۔ ڈیم کے حوالے سے حقائق بیان کرنے کی حزب التحریر کی کوششوں کے مقابلے میں، سیاست دانوں اور اکثر میڈیا نمائندوں کا موقف ڈیم کی تعمیر کی حمایت میں رہا اور وہ حکومت کے اس ملی بھگت والے موقف کے ساتھ کھڑے رہے جس نے ڈیم کی تعمیر کی اجازت دی۔ جولائی 2014 میں 32 صحافیوں پر مشتمل ایک بڑے میڈیا وفد نے "سدِ نہضہ" (رینیسانس ڈیم) کا دورہ کیا، جس کا اہتمام سوڈان کی وزارت اطلاعات اور وزارت آب پاشی نے کیا تھا تاکہ اس ڈیم کی تشہیر کی جا سکے اور وہ سوڈان کے عوام کے

خلاف کیے جانے والے اس جرم کے جھوٹے گواہ بن سکیں۔ اس دورے نے لوگوں کو ڈیم کی تعمیر قبول کرنے پر راضی کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جب انہوں نے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے اس کے فوائد گنوائے۔

ابو خلیل نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: پھر یہ کہ میڈیا کا مجموعی طور پر رویہ منفی رہا، یہاں تک کہ جب حزب التحریر نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ڈیم کے خطرات واضح کیے اور ستمبر 2017 میں ہم نے 40 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بعنوان "سدِ نہضہ اور پانی کی جنگ کے سائے.. حکمرانوں کی غفلت اور امت کی ذمہ داری" جاری کیا۔ اس میں ہم نے اس بات پر زور دیا کہ 23 مارچ 2015 کو مصر کے حکمران سیسی، سوڈان کے حکمران عمر البشیر اور ایتھوپیا کے وزیر اعظم دیسالین کے درمیان خرطوم میں نام نہاد "اعلانِ اصول" کے معاہدے پر دستخط، امت کے حق میں ایک بڑی کوتاہی اور شرمناک فعل تھا جو سوڈان اور مصر کی حکومتوں نے انجام دیا۔ اسی طرح ہم نے سوڈان اور مصر پر سدِ نہضہ کے خطرات، متوقع خدشات اور اس کی تعمیر سے ہونے والے نقصانات کو بھی واضح کیا۔ اس کے بعد کتابچے میں دریاؤں کے معاملے میں شرعی قواعد پر بات کی گئی، اور آخر میں سدِ نہضہ کی تعمیر کی اجازت دینے پر سوڈان اور مصر کے حکمرانوں کی ملی بھگت سے ہونے والی تین شرعی خلاف ورزیوں کا ذکر کیا گیا۔

کتابچے کے اختتام میں یہ درج تھا: "خلافت کی تاریخ اپنی عزت اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے حوالے سے عبرتوں اور نصیحتوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ تحفظ اس کی سیاسی قوت، اس کے مذاکرات کاروں اور سفارت کاروں کی عظمت، ان کے فخر و غیرت، اور عسکری طاقت کے استعمال کی دھمکی اور پھر اس کے عملی استعمال کے ذریعے تھا، جس کے پیچھے اللہ کی راہ میں موت کی تمنا رکھنے والے لاکھوں مردِ مجاہد کھڑے ہوتے تھے۔ یہ وہ عزت اور وقار کی ریاست ہے جس کے قیام کے لیے ہر مسلمان کو کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت میں ایک ایسی پاکیزہ زندگی حاصل ہو جس سے زمین و آسمان والے راضی ہو جائیں۔" اور ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسجد اقصیٰ کو یہودیوں سے پاک کیا جائے؟!

مسجد اقصیٰ پر انتہا پسند یہودیوں کے دھاوے اب کوئی نئی بات نہیں رہے بلکہ یہ ایک مستقل صورتحال بن چکی ہے۔ مغضوب علیہم (جن پر اللہ کا غضب ہوا) کا وہاں نمازیں پڑھنا، رقص و سرود کی محفلیں سجانا اور اس کی بے حرمتی کرنا اب تقریباً روز کا معمول بن گیا ہے۔ ان کے خود ساختہ "ہیکل کی تباہی" کی یاد میں کیے جانے والے دھاوے ہر سال خطرے کی ایک ایسی گھنٹی بجاتے ہیں جو اس بات کا انتباہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے، اسے یہودیانے اور اس کے کھنڈرات پر ان کے مزعومہ ہیکل کی تعمیر کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔

دوسری طرف، مذمتی بیانات، اس جرم کو "خطرناک اشتعال انگیزی" قرار دینا، وقت اور جگہ کی تقسیم کے منصوبوں کو بے نقاب کرنا، تاریخی اور قانونی حیثیت کی پامالی کا ذکر کرنا اور مجرم پر پوری ذمہ داری ڈالنا، یہ سب اب کوئی نئی خبریں نہیں رہیں جو ہم اوسلو اتھارٹی، نام نہاد متولی، عرب لیگ یا مسلم ممالک میں موجود موجودہ حکمران نظاموں سے سنتے ہیں۔ مسلمان ان کی کھوکھلی گونج سننے کے عادی ہو چکے ہیں، پھر وہ دیکھتے ہیں کہ یہی حکمران یہودیوں کی چکی میں مسلمانوں کو پیستے ہیں، یہود کے ساتھ نرمی برتتے ہیں، ان کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کے ساتھ صلح کرتے ہیں، بلکہ ان کی حفاظت اور مدد کرتے ہیں، انہیں تسلیم کرتے ہیں اور اہلِ فلسطین، ان کے حامیوں اور غاصبوں کی نجاست سے بیت المقدس کو پاک کرنے کا سوچنے والوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔

اس حوالے سے سرزمینِ مبارک فلسطین میں حزب التحریر کے میڈیا آفس سے جاری ہونے والے ایک پریس بیان میں کہا گیا ہے: مسجد اقصیٰ اور اس کے گردونواح میں یہودی وجود کے مجرمانہ جرائم، اور ارضِ مقدسہ کے گرد موجود نظاموں کے جرائم پر کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ وہ (یہود) محمد ﷺ کی نبوت کے پہلے دن سے اسلام کا کینہ پرور اور دشمن ہے، اور یہ حکمران نظام اپنے اقتدار کے پہلے ہی دن سے دینِ اسلام اور اس کے ماننے والوں کے دشمن ہیں۔

لیکن حیرت تو اس بات پر ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی جائے اور امتِ محمد ﷺ اپنے دین کی نصرت کے لیے نہ اٹھے!! اس امتِ جہاد کے لیے یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ اس جگہ کو، جہاں تمام انبیاء و مرسلین خاتم المرسلین محمد ﷺ

کی اقتداء میں جمع ہوئے تھے، یوں پامال ہوتے دیکھے اور نہ گھوڑے دوڑائے جائیں، نہ موت کے دستے تیار ہوں اور نہ تلواریں چلیں تا کہ اس مقام کو اس کی شان کے مطابق دوبارہ پاکیزگی فراہم کی جاسکے!

اور امتِ محمد ﷺ کے لیے یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ صبح وشام، دن رات آپ ﷺ پر درود بھیجے اور پھر آپ ﷺ کی جائے اسراء کو یوں بے حرمت ہوتے چھوڑ دے جیسے یہ کوئی معمولی روزمرہ کا واقعہ ہو، اور نہ اس کے لشکر حرکت میں آئیں اور نہ اس کے جوان نکلیں!

حیرت ہے ان پر جو فاتح عمر رضی اللہ عنہ اور فاتحِ اعظم صلاح الدین کی سیرت کے گن گاتے ہیں، پھر وہ اس امت کے سپاہی اور افسر ہوتے ہوئے بھی ان جیسا اجتماع نہیں کرتے، ان جیسا خروج نہیں کرتے اور ان کی طرح برق رفتاری سے یہ نہیں کہتے کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ کی جائے اسراء، ہم حاضر ہیں!"

پریس بیان کے اختتام پر کہا گیا: اس امت اور اس کے لشکروں پر عارضی زوال کے لمحات آئے ہیں، لیکن ان کے بعد ہمیشہ وہ مقابلے ہوئے جن کا ذائقہ پہلے صلیبی اور تاتاری چکھ چکے ہیں؛ کیا اب ارضِ مبارک کے معرکے کے آغاز کا وقت نہیں آیا؟! کیا اب وقت نہیں آیا کہ مسجد اقصیٰ ان کی نجاست سے پاک ہو، اس کے آنسو پونچھے جائیں اور فاتحین کی تکبیرات اور نمازیوں کی تہلیل سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں؟

نیتن یاہو کا دورۂ امریکہ: اس کے اسباب اور نتائج

تحریر: استاد اسعد منصور

(ترجمہ)

یہودی وجود کے وزیر اعظم نیتن یاہو نے 27 جولائی 2026 کو امریکی سینیٹر لنڈسی گراہم کے جنازے میں شرکت کے لیے امریکہ کا دورہ کیا، جسے یہودی وجود اور اس کے جرائم کا سخت ترین حامی تصور کیا جاتا تھا۔ اگلے دن اس نے صدر ٹرمپ سے ملاقات کی؛ 2025 کے آغاز میں ٹرمپ کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے یہ ان کی آٹھویں ملاقات تھی، کیونکہ دونوں کے درمیان گہرے شیطانی تعلقات استوار ہیں۔

نیتن یاہو کو ٹرمپ اور ان کی ریپبلکن پارٹی کی جانب سے بھرپور حمایت حاصل ہوئی جو ڈیموکریٹک پارٹی کی حریف ہے، اگرچہ دونوں جماعتیں یہودی وجود کی بے دریغ حمایت کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وجود عالمِ اسلام کے قلب میں امریکہ کا ایک اہم فوجی اڈہ اور خطے میں امریکی مفادات کی پاسبانی کرنے والا ایک بپھرا ہوا کتا ہے۔

اسی لیے سابق ڈیموکریٹک صدر بائیڈن نے 18 اکتوبر 2023 کو غزہ پر جارحیت میں یہودی وجود کی مدد کے لیے اس کا دورہ کیا اور کہا تھا کہ "اگر اسرائیل موجود نہ ہوتا تو ہم اسے خود قائم کرتے"۔

یہودی قائدین امریکہ کے مقاصد کو خوب سمجھتے ہیں، لیکن وہ اس کی حمایت کو اپنے وجود کی مضبوطی، توسیع اور خطے پر تسلط حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔ ان کا مقصد 'گریٹر اسرائیل' کا قیام اور خلافت کی راہ روکنا ہے، کیونکہ خلافت کے قیام کا مطلب ان کے وجود کی فنا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے جب وہ امریکہ کی مدد سے بے نیاز ہو کر اپنی آزادی حاصل کر لیں، اور نیتن یاہو نے مختلف مواقع پر اپنے کئی بیانات میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔

نیتن یاہو نے ٹرمپ کے اپنے اوپر اعتماد اور ان کے باہمی تعلقات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، اور یہ تاثر دینا چاہا جیسے وہ امریکہ کی پالیسی میں مداخلت کر رہا ہے یا اس کے صدر پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ ٹرمپ نے شام کے معاملے میں ترکی اور

اس کے صدر اردگان کے خلاف نیتن یاہو کے موقف پر اسے ایک بار ڈانٹتے ہوئے کہا تھا: "میں اردگان کو پسند کرتا ہوں اور وہ مجھے پسند کرتا ہے، اس نے شام میں ہمارے لیے وہ کام کر دکھائے ہیں جو کوئی دوسرا نہیں کر سکا"۔ ایک اور موقع پر جب نیتن یاہو نے ترکی کو ایف-35 طیارے نہ بیچنے کا مطالبہ کیا تو ٹرمپ نے اسے پھر جھڑکا اور کہا: "کوئی مجھے یہ نہیں بتا سکتا کہ میں کسے کیا بیچوں اور کسے نہیں"۔ ٹرمپ نے 16 جون 2026 کو فرانس میں امیر قطر کے ساتھ ایک پریس کانفرنس کے دوران اسے علانیہ طور پر ملامت کی اور کہا: "اس نے اسرائیل کو بتا دیا ہے کہ بیروت پر اس کا حملہ اسے پسند نہیں آیا، اور اب نیتن یاہو کو لبنان کے حوالے سے زیادہ ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ امریکہ کے بغیر اسرائیل کا کوئی وجود نہ ہوتا، اور میرے بغیر بھی اسرائیل کا وجود ممکن نہ تھا"۔ امریکی ویب سائٹ 'ایکسیس' (Axios) نے دو امریکی ذرائع کے حوالے سے یکم جون 2026 کو ٹرمپ کا نیتن یاہو سے یہ قول نقل کیا: "میں ہی تمہیں بچانے والا ہوں، اگر میں نہ ہوتا تو تم جیل میں ہوتے، تم پاگل ہو، اور اب ہر کوئی تم سے نفرت کرتا ہے، اور تمہاری وجہ سے ہر کوئی اسرائیل سے بھی نفرت کر رہا ہے"۔

یہاں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ٹرمپ نیتن یاہو سے سخت بیزار ہے، کیونکہ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اس پر حاوی نظر آئے یا اسے پلٹ کر جواب دے۔ وہ ہمیشہ خود کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے اور ان پر اپنی مرضی مسلط کرتا ہے، جبکہ وہ کسی کی ڈکٹیشن قبول نہیں کرتا، ورنہ وہ اسے کچل ڈالتا ہے چاہے وہ اس کا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

یہودی اور امریکی ذرائع بتاتے ہیں کہ نیتن یاہو دو ماہ سے ٹرمپ سے ملاقات کے لیے منت سماجت کر رہا تھا لیکن ٹرمپ انکار کرتا رہا، یہاں تک کہ جرائم کے حامی گراہم کی ہلاکت نے یہ موقع فراہم کر دیا۔ عبرانی اخبار 'معاریو' نے 31 جولائی 2026 کو اپنی رپورٹ میں بتایا کہ "نیتن یاہو کا دورہ امریکہ روایتی گرمجوشی سے خالی تھا؛ ایئرپورٹ پر کسی نے اس کا استقبال نہیں کیا، نہ سرخ قالین بچھایا گیا، اور کیمرے، صحافی، پریس کانفرنس اور تصاویر کھنچوانے جیسے مناظر غائب تھے۔ وہ وائٹ ہاؤس میں ایک چور کی طرح رات کی تاریکی میں داخل ہوا اور پچھلے دروازے سے باہر نکلا۔ ٹرمپ نے اس سے تنہائی میں ملاقات نہیں کی، بلکہ دیگر حکام کی موجودگی میں ملے جن میں نیتن یاہو کے ناقدین بھی شامل تھے۔ واشنگٹن میں اس کی ایسی تذلیل ہوئی جس کی مثال اوباما کے دورِ اقتدار کے مشکل ترین دنوں میں بھی نہیں ملتی۔ غزہ، لبنان اور ایران کے معاملات پر اختلافات کی وجہ سے دونوں کے درمیان ہم آہنگی میں کمی آئی ہے۔ ٹرمپ کو نیتن یاہو کو کمزور دکھانے کے جتنے بھی مواقع ملے، اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا"۔

یہ سب کچھ امریکہ کی نظر میں نیتن یاہو کی حقیر حیثیت اور اس کے ذلیل وجود کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے، اور یہ بھی کہ امریکی حکمرانوں پر ان کا اثر و رسوخ کتنا معمولی ہے۔ امریکہ صرف اپنے مفادات اور بالادستی کو جانتا ہے۔ یہودیوں یا کسی اور کا اثر صرف اسی صورت میں قبول کیا جاتا ہے جب وہ امریکہ کے استعماری اہداف کے موافق ہو۔ امریکہ پر نہ یہودی حکومت کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا، بلکہ وہاں سرمایہ دار طبقہ اپنے ایک کارندے کو صدر بنا کر حکومت کرتا ہے، اور عوام سے اسے منتخب کروا کر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ صدر کو عوام نے چنا ہے۔ اس طرح وہ امریکہ کے اصل حکمرانوں کی حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں اور لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ ایک آزاد اور جمہوری ملک ہے۔

وہ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیتے تھے کہ امریکہ کے فیصلوں پر یہودی حاوی ہیں، لیکن ٹرمپ نے یہودیوں کی حقیقت فاش کر دی کہ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ محض اس کی وحشیانہ استعماری پالیسی کا ایک آلہ کار ہیں۔ یاد رہے کہ امریکہ نے عالمِ اسلام میں اس پالیسی کو نافذ کرنے سے پہلے اسے اپنے ملک کے اصل باشندوں کے خلاف آزمایا تھا اور ان کے کروڑوں لوگوں کو قتل کر کے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہی کچھ انہوں نے جنوبی امریکہ کے عوام کے ساتھ کیا، جس کی زندہ مثالیں وینزویلا اور پاناما ہیں۔ انہوں نے میکسیکو کے 55 فیصد رقبے پر قبضہ کیا، اور یہی پالیسی کوریا اور ویتنام میں اپنائی، جبکہ اس وقت یہودیوں اور ان کے اثر و رسوخ کا کہیں ذکر تک نہ تھا۔

نیتن یاہو ایران کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے امریکہ جاتا ہے، وہ ان کے درمیان کسی معاہدے پر دستخط نہیں دیکھنا چاہتا اور اس کا کھل کر اظہار بھی کرتا ہے۔ وہ ایرانی نظام کا خاتمہ کر کے ایک ایسا نظام لانا چاہتا ہے جو اس کے وجود کے لیے خطرہ نہ ہو، اس سے برتر نہ ہو اور اس کے ساتھ تعلقات استوار کرے۔ وہ وہاں کی اپوزیشن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ان سے رابطے میں ہے۔ اس نے 2023 میں شاہِ ایران کے بیٹے کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی تاکہ وہ اس کے سکیورٹی حکام کے ساتھ مل کر موجودہ ایرانی نظام کے خلاف کام کرے اور اقتدار حاصل کر کے اپنے باپ کے دور کی طرح یہودی وجود کے ساتھ دوبارہ تعلقات قائم کر سکے۔ تاہم ان سب کے باوجود نیتن یاہو کی حیثیت حقیر ہی رہے گی۔

ایسا لگتا ہے کہ نیتن یاہو اس بار ایک اور مقصد کے لیے گیا تھا، اور وہ مقصد ٹرمپ کے ساتھ اپنے معاملات درست کرنا اور دوبارہ اس کی حمایت حاصل کرنا ہے۔ اسے اکتوبر میں ہونے والے کنیسٹ کے انتخابات کا سامنا ہے، جبکہ ٹرمپ کی ڈانٹ ڈپٹ اور سابقہ طرز کی حمایت نہ ملنے کی وجہ سے اس کی داخلی پوزیشن کمزور ہو چکی ہے۔ دوسری جانب، غزہ میں وحشیانہ

قتلِ عام، فاقہ کشی کی پالیسی اور بچوں، عورتوں، بیماروں اور قیدیوں کے قتل کی وجہ سے بہت سے امریکیوں کے سامنے یہودی وجود کا بھیانک چہرہ عیاں ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ایران کے خلاف جنگ امریکہ کی نہیں بلکہ یہودی وجود کی جنگ ہے اور نیتن یاہو نے ہی ٹرمپ کو اس طرف دھکیلا ہے۔ اس کے حالیہ دورہ امریکہ کے موقع پر کیے گئے ایک سروے کے مطابق 49 فیصد امریکی جن میں ٹرمپ کے 23 فیصد ووٹرز اور 74 فیصد ڈیموکریٹس شامل ہیں، نیتن یاہو کی گرفتاری اور اس پر مقدمہ چلانے کی حمایت کرتے ہیں، اور یہودی وجود پر غزہ میں نسل کشی کا الزام لگاتے ہیں۔ امریکہ کی تاریخ میں یہ تناسب پہلی بار سامنے آیا ہے۔

اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی ترجمان نے 29 جولائی 2026 کو ریاستوں سے مطالبہ کیا کہ وہ مغربی کنارے میں فلسطینیوں کے تحفظ کے لیے اقدام کریں، اور اس سے پہلے انہوں نے یہودی وجود کے خلاف فوجی کارروائی کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اقوامِ متحدہ کا چارٹر غزہ میں نسل کشی روکنے کے لیے اس کا حق دیتا ہے۔ لیکن مسلم حکمرانوں میں ذرہ برابر بھی غیرت و حمیت باقی نہیں ہے، بلکہ انہوں نے تو فوجی کارروائی کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف ہی محاذ کھول لیا اور یہودی وجود کے ساتھ اپنے تعلقات برقرار رکھے۔ پس وہ اور نیتن یاہو ایک جیسے ہیں اور اس کے جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔

اگر خطے کی ریاستیں فوجی طور پر حرکت میں آتیں تو نیتن یاہو اور اس کا وجود کبھی یہ سب کچھ کرنے کی جرات نہ کر پاتا۔ ان ریاستوں کے حکمران بدترین مقام پر ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک چکے ہیں۔ لہٰذا ان سے اور ان کے نظاموں سے نجات حاصل کیے بغیر کوئی خلاصی ممکن نہیں، اور اب مخلص قیادت کو آگے آنا چاہیے جو یہودیوں کے خلاف اللہ کی شریعت کو نافذ کرے۔

انقرہ میں نیٹو کانفرنس اور اس میں ترکی کا کردار

تحریر: استاد احمد الخطوانی

(ترجمہ)

شمالی اوقیانوسی معاہدے کی تنظیم (نیٹو) کا چھتیسواں سربراہی اجلاس 7 اور 8 جولائی 2026 کو ترکی کے دارالحکومت انقرہ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے اعلامیہ میں اتحاد کی نام نہاد دفاعی صلاحیتوں کو مضبوط بنانے کے لیے کئی وعدے شامل تھے، جن میں رکن ممالک کے دفاعی اخراجات کو ان کے بجٹ کے 5 فیصد تک بڑھانا بھی شامل تھا۔ اعلامیہ میں ایران سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ایٹمی ہتھیار حاصل نہ کرے اور آبنائے ہرمز میں جہازرانی کی آزادی کا احترام کرے۔

ترکی نے اس سربراہی اجلاس میں نیٹو اتحاد کے ساتھ اپنی غیر معمولی وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ ترکی کے صدارتی شعبہ مواصلات کے سربراہ برہان الدین دوران نے کہا: "اجلاس کے دوران ہونے والی بھرپور سفارتی سرگرمیوں نے بین الاقوامی امن، سلامتی اور استحکام کے فروغ میں ترکی کے فعال کردار کو ایک بار پھر واضح کر دیا ہے"۔ انہوں نے مزید کہا کہ صدر اردوغان اور امریکی صدر نے دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات کی ترقی، دفاعی صنعتوں، تجارت و سلامتی، اور یورپی سیکیورٹی ڈھانچے میں تعاون کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ علاقائی اور بین الاقوامی صورتحال پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

ٹرمپ نے "کاٹسا" (CAATSA) یعنی "پابندیوں کے ذریعے دشمنوں کا مقابلہ کرنے والے قانون" کے تحت ترکی پر عائد پابندیوں سے استثنیٰ دینے اور اسے ایف-35 لڑاکا طیاروں کے پروگرام میں دوبارہ شامل کرنے پر نظر ثانی کی، بشرطیکہ ترکی روسی فضائی دفاعی نظام ایس-400 سے چھٹکارا حاصل کر لے۔

صدر اردوغان نے ٹرمپ کا ایک خاص طریقے سے استقبال کیا جس میں دوستی اور والہانہ پن کے ایسے مناظر دکھائی دیے جو ان کے دیگر مہمانوں کے استقبال سے بالکل مختلف تھے۔

ترکی نے 2030 کے اختتام تک اپنے دفاعی اخراجات کو اپنی مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) کے 5 فیصد تک بڑھانے کا اعلان کیاہے، اور واضح رہے کہ ترکی پہلے ہی امریکہ کے بعد نیٹو کا دوسرا بڑا لشکر رکھنے والا ملک ہے۔ نیٹو کے سربراہ روٹے نے کہا: "ترکی اپنی تقریباً تین ہزار دفاعی کمپنیوں کی وجہ سے ایک اہم ریاست ہے"۔

بی بی سی کے مطابق "ترکی درج ذیل ذرائع سے نیٹو کے آپریشنل ڈھانچے میں ایک مرکزی کردار ادا کر رہاہے:

1- انجرلک، قونیہ اور ارہاج فضائی اڈے۔

2- کورجیک اور کیسجیک کے ریڈار مراکز۔

3- ازمیر میں نیٹو کی زمینی افواج کی کمانڈ۔

4- متعدد صوبوں میں پھیلے ہوئے مشترکہ فضائی آپریشنز کے مراکز۔

5- اکساز بحری اڈہ۔

6- تاشوجو اور اسکندرون کی بندرگاہیں جنہیں ضرورت پڑنے پر فوجی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے"۔

اس سال ایران کے خلاف امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ کے دوران نیٹو کے دفاعی نظام نے ایران سے ترکی کی طرف داغے گئے میزائلوں کو روک لیا، جس نے اس بنیادی ڈھانچے کی عملی اہمیت اور نیٹو کے سیکیورٹی نظام میں ترکی کے مقام کو نمایاں کر دیا۔

ترکی نیٹو کے لیے مختص اپنے دفاعی بجٹ کو اس سال کے 20 ارب سے بڑھا کر آنے والے سالوں میں 70 ارب تک لے جائے گا، اور اس طرح وہ اس اتحاد میں سب سے زیادہ حصہ ڈالنے والے بڑے ممالک میں شامل ہو جائے گا۔

نیٹو میں ترکی کی شمولیت اور اس میں اس کا بڑا حصہ اس کی اسلامی شناخت اور اصل موقف پر بڑے سوالیہ نشان کھڑے کرتا ہے۔ تو کیا ترکی اسلامی ممالک کو وہ کچھ دے رہاہے جو وہ نیٹو کو فراہم کرتا ہے؟۔ ترکی نے جنگ بندی کے ضامن کے طور پر غزہ اور وہاں کے لوگوں کے لیے کیا کیاہے جن کی آج بھی دن دیہاڑے نسل کشی کی جارہی ہے؟۔

ترکی کا سرکاری میڈیا- نظریاتی طور پر- یہ ظاہر کرتا ہے کہ ترکی غزہ میں مسلمانوں کے مسائل کا دفاع کر رہاہے جہاں ان کے لوگوں کا قتلِ عام ہو رہاہے، اور وہ شام اور لبنان میں عرب زمینوں پر یہودیوں کے قبضے کو مسترد کرتا ہے، اور وہ ان

ایغور ترک مسلمانوں کی حمایت کرتا ہے جن کی شناخت مٹائی جارہی ہے، اور وہ ان تمام مسلمان ممالک کے ساتھ کھڑا ہے جو پے درپے مصائب کا شکار ہیں۔ یہ سب صرف ظاہر میں ہے، لیکن حقیقت میں اسلامی امت کے ساتھ ترکی کا کھڑا ہونا محض ایک وہم اور جھوٹ ہے، کیونکہ حقیقت میں وہ ان کے ساتھ کھڑا ہے جن کے دفاع کے لیے وہ نیٹو میں اپنا تمام مال اور اسلحہ جھونک رہاہے، جو کہ اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی دشمن ہیں۔

نیٹو کے بڑے ممالک جیسے امریکہ، برطانیہ اور فرانس مجرم استعماری ریاستیں ہیں جنہوں نے ترکی سمیت تمام اسلامی ممالک پر حملے کیے، مسلمانوں کی خلافت کو ختم کیا، ان کے ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، ان ممالک کی عوام کو بے گھر کیا اور ان کے عین مرکز میں ایک سرطانی وجود بو دیا، ان کے وسائل لوٹے اور انہیں بدترین تکالیف سے دوچار کیا، اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، تو پھر ترکی اس شیطانی اور ملعون اتحاد کی حمایت کیوں کر رہاہے ؟۔

بجائے اس کے کہ ترکی اسلامی ممالک کے ساتھ کھڑا ہوتا اور ان کے سنگین مسائل پر ان کے ساتھ متحد ہوتا، ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وہ ان سے منہ موڑ کر مجرم استعماری یورپی و امریکی مغرب کے دفاع کے لیے ایک وفادار محافظ بن کر ان کے مشرقی دروازے پر کھڑا ہے۔

مزید یہ کہ نیٹو کو سیاسی طور پر ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ بیسویں صدی میں سوویت یونین اور کمیونزم کا مقابلہ کر رہا تھا، چنانچہ جب کمیونسٹ نظام گر گیا تو یہ فرض کیا جانا چاہیے تھا کہ اس کا کردار ختم ہو چکا ہے اور اس کے وجود کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔ لیکن اس نے اپنے لیے ایک نیا دشمن ایجاد کر لیا اور وہ اسلام ہے، جیسا کہ اس کے سابق سپریم کمانڈر ویزلی کلارک نے کمیونزم کے زوال کے فوراًبعد کہا تھا کہ "ہم نے اسلام کو اس اتحاد کا دشمن بنالیا ہے"۔

پھر آخر اردوغان کا ترکی اسلام دشمن اور مسلمانوں سے برسرِپیکار اس اتحاد کے ساتھ کیوں کھڑا ہے ؟۔ ترکی کی مساجد میں حجاب اور تلاوتِ قرآن کی حوصلہ افزائی کرنے کی کیا قدر و قیمت رہ جاتی ہے جب دوسری طرف اتحاد، دفاع اور سلامتی جیسے بنیادی معاملات میں اسلام کے بدترین دشمنوں کے ساتھ اتحاد کیا جا رہا ہو ؟!۔ یہ کون سی منطق ہے ؟ اور یہ کیسا اسلام ہے ؟ انسان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ اتحاد کر رہا ہے اور کس کے خلاف !۔

آج ترک سیاستدانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ترک ریاست کے طرزِ عمل پر نظر ثانی کریں اور اسلام کے بدترین دشمنوں کے ساتھ ان غلیظ اتحادوں پر اس کا محاسبہ کریں۔ ترکی کے ہر باشعور مسلمان کو اپنے آپ سے اس خطرناک سٹریٹیجک

بگاڑ کے بارے میں سوال کرنا چاہیے جو ترک ریاست نے ستر سال سے زائد عرصے میں پیدا کیا ہے، اور اسے اس کے خاتمے اور درست راستے کے تعین کے طریقے تلاش کرنے چاہئیں۔

ترک قیادت کا امریکہ، برطانیہ، فرانس اور یورپ -جو کہ اس اتحاد کی ریڑھ کی ہڈی ہیں- کے دفاع پر مسلسل اصرار اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی بھی ایسے مسلمان ملک کے خلاف کھڑی ہو گی جو ان میں سے کسی ملک یا کسی بھی مغربی ریاست کے ساتھ تصادم میں ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترکی نے عملی طور پر مستقبل کے کسی بھی تنازعے میں امت کے دشمنوں کی صف اختیار کر لی ہے۔

اگر مثال کے طور پر بلادِ شام، عراق، مصر یا جزیرہ عرب میں اسلامی ریاست قائم ہوتی ہے تو ترکی نیٹو کے ایک بنیادی رکن کی حیثیت سے مغرب، امریکہ اور یورپ کے دفاع میں اس کا پہلا دشمن بن کر سامنے آئے گا۔

ترکی کو اپنی سمت فوراً تبدیل کرنی چاہیے، اور اسے اپنی امت کے حقیقی مسائل کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کی قیادت کے لیے اب یہ بس ہونا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو یہ دعویٰ کر کے گمراہ اور دھوکہ دے رہی ہے کہ آج کا ترکی مسلمانوں کا سیاسی قبلہ ہے، جبکہ حقیقت میں اسے کسی بھی آنے والے اسلامی طوفان کے سامنے یورپ کی ایک مضبوط ڈھال تصور کیا جاتا ہے!۔

جدید سیاسی بت پرستی

بتوں کے مجاور جمہوری نظام کے بت کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟!

تحریر: استاد سیف مرزوق–ولایہ یمن

(ترجمہ)

نام نہاد صدارتی قیادت کونسل کے رکن اور مأرب کے گورنر، میجر جنرل سلطان العرادہ نے "میدانِ جمہوریہ" کے قیام کی ہدایت جاری کی ہے تاکہ "انقلاب کا ٹینک" وہاں منتقل کیا جا سکے، انہوں نے اس اقدام کے پیچھے موجود سیاسی مقاصد کو علامتی ناموں سے بالاتر قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کا مقصد جمہوری نظام کی بحالی، اس کی حاکمیت کا قیام اور پورے ملک میں اس کا پرچم بلند کرنا ہے۔ العرادہ نے اپنی ہدایت کے دوران دعویٰ کیا کہ عام سادہ لوح لوگوں کے تصورات شاید اس اقدام کے تاریخی پہلوؤں اور معانی کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے. ساتھ ہی انہوں نے متعلقہ انجینئرنگ اور ایگزیکٹو اداروں کو اس میدان کی تعمیر مختصر وقت میں مکمل کرنے پر زور دیا ہے۔

اس اقدام کو اگر سطحی سیاسی تجزیے کے ترازو میں تولا جائے تو یہ ان حکمرانوں کی اپنے دین کے ساتھ خیانت کو ظاہر کرتا ہے، تو پھر اس شخص کا کیا عالم ہو گا جو گہرائی میں جا کر اپنی فکر کو روشن کرلے تو اس کا ادراک کہاں تک پہنچے گا؟ یقیناً اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسلم ممالک میں موجود ان ایجنٹ حکمرانوں کا صفایا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ ہمارے ممالک میں کفر کے افکار اور نظاموں کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ حکمرانوں کے اس حقیقی کردار کی پردہ پوشی اور جھوٹ کا تقاضا ہے کہ ہم ان لوگوں کا پردہ چاک کریں جو اس قومیت پر مبنی نظام کی دعوت دیتے ہیں جو عقلوں کی توہین کرتا ہے، خون کو مباح قرار دیتا ہے اور جذبات کی پاکیزگی کو سلب کرلیتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کے جذبات کو ان جبری نظاموں کے ستونوں کی حفاظت کے لیے ایک ڈھال بنا سکیں۔

لوہے کی تقدیس کی طرف بھاگنا اور میدانِ جمہوریہ کا افتتاح کرنا—ایک ایسی عمارت جس کا مقصد اس جگہ کو ایک ایسی بت پرستانہ شناخت دینا ہے جو مأرب کے قلب میں جمہوریت کے بت کو راسخ کرے—یہ اس سیاسی بت پرستی کی انتہا ہے جس کا سہارا وضعی نظام اس وقت لیتے ہیں جب ان کی دیکھ بھال کی قلعی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بے بسی میں اللہ کی

شریعت کو بے دخل کرنے کی برائی کو میدانوں کے شور وغل سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، اور کھوکھلے مادی بتوں کی تخلیق کی آڑ لیتے ہیں۔ لیکن ان کی ناکامی کے باعث جلد ہی یہ میدان ان کے افکار کے دیوالیے پن اور ان کے باطل منصوبوں کے انہدام کی بولتی ہوئی گواہی بن جائیں گے، یہاں تک کہ ان کی تعمیر کردہ ہر عمارت ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف حجت بن جائے گی۔ یہ سب اس وقت ہو گا جب صحیح شعور کا وہ طوفان آئے گا جس کے داعی پوری دنیا کو اسلامی عقیدے کے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ یہ آنے والا شعور، اللہ کے حکم سے، ان کے جھوٹ کا نام ونشان باقی نہیں رہنے دے گا۔

یمن اور مسلم ممالک میں قائم دیگر نقصان دہ ریاستوں میں جمہوریت کبھی بھی امت کے اس اقتدارِ اعلیٰ کی ترجمان نہیں رہی جو اس کے عقیدے سے پھوٹتا ہے؛ بلکہ یہ وہ دستوری بت ہیں جنہیں کافر استعمار نے اپنی سیاہی سے تحریر کیا ہے، اور جن کی حفاظت ان مصنوعی تنازعات کی آگ سے کی گئی جو ہمارے نوجوانوں کی جانوں پر پلتے ہیں اور جن کی ڈوریاں بین الاقوامی غلامی کے ہاتھوں میں ہیں۔ جمہوری نظام دراصل اداروں کے لبادے میں چھپی آمریت ہے، اور یہ ذہنی وسیاسی غلامی کی انتہا ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ کی نازل کردہ شریعت کی جگہ درآمد شدہ وضعی قوانین کو دے دی ہے، اور شوریٰ راشدہ کا نعم البدل ان پارلیمانوں کو بنا دیا ہے جو بین الاقوامی طاغوت کے معاہدوں کو قانونی جواز فراہم کرتی ہیں۔

حقیقی المیہ سیاسی قوتوں کے درمیان اقتدار کے لیے بظاہر ہونے والی کشمکش اور اختلاف میں نہیں ہے، بلکہ اس باطنی اتفاق میں ہے جو انہوں نے حکمرانی سے اسلامی شریعت کو نکالنے پر کر رکھا ہے، اور ان دستوری بتوں کے سامنے ان کے اجتماعی سجدے میں ہے جو ظاہر میں پرکشش لیکن اپنی حقیقت میں خبیث ہیں۔ اس تنازع کے تمام فریق بین الاقوامی کفر کے ان اماموں کے سامنے فیصلے کے لیے جھکے ہوئے مقامی آلاتِ کار کے طور پر دوڑ رہے ہیں جنہوں نے اس طاغوت کو قانونی حیثیت دی اور اس کے قوانین وضع کیے، جبکہ وہ اللہ کے اس حتمی اور دوٹوک فیصلے سے غافل ہیں: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ "حکم صرف اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو" (سورۃ یوسف: آیت 40)۔ ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ "تو کیا یہ پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟" (سورۃ المائدۃ: آیت 50)۔ استعماری کرداروں کی یہ تقسیم عملی طور پر یمن کے تین شہروں کے نقشے پر واضح نظر آتی ہے، جہاں کافر مغرب ہماری امت کے بیٹوں کے ساتھ تضادات کا کھیل کھیل رہا ہے۔

مأرب میں، جو نام نہاد تسلیم شدہ حکومت کا گڑھ ہے، وہاں خون بہایا جا رہا ہے اور بت پرستانہ میدان تعمیر کیے جا رہے ہیں، تاکہ اس جمہوریت کے سراب کی حفاظت کی جا سکے جس کی قانونی حیثیت اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اس کی روشن شریعت کو نافذ کرنے کی بجائے بین الاقوامی نظام کے ایوانوں میں کفار کو خوش کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے!

صنعاء میں، مخلص نوجوانوں کو گمراہ کن جذباتی نعروں کے تحت اسی جمہوری نظام اور اس کی دستوری علامات کو مضبوط کرنے کے لیے جھونکا جا رہا ہے، جبکہ وہاں کے سیاست دان اقوام متحدہ کے سامنے اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لیے دوڑ رہے ہیں تاکہ وہ بین الاقوامی اعتراف کی سند حاصل کر سکیں اور کافر استعمار کی کھینچی ہوئی سرحدوں کے وفادار محافظ بن سکیں۔

جہاں تک عدن کا تعلق ہے، تو وہاں تقسیم در تقسیم اور جمہوری مسخ پر مبنی علیحدگی پسند منصوبے پر کام ہو رہا ہے، تاکہ وسائل کی لوٹ مار کو آسان بنایا جا سکے اور امت کی تزویراتی آبی گزرگاہوں اور آبنائے پر عالمی طاغوت کی گرفت مضبوط کی جا سکے۔

خدا کی قسم! یہ ایک ایسا دردناک کھیل ہے جو ہمارے خون سے کھیلا جا رہا ہے، اور ہماری امت کی عقلوں کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق ہے، جس میں اس زمانے کے فرعونوں کے چہرے تو مختلف ہیں اور وہ اس بات پر آپس میں لڑ رہے ہیں کہ جلاد کا کوڑا کون تھامائے گا تاکہ دشمن کے تیار کردہ جمہوری نظام کے بت کی پہرے داری کر سکے، جبکہ ان کی مکیاری کی تمام ڈوریاں ایک ہی مقصد پر ملتی ہیں؛ اور وہ ہے اسلام کو حکمرانی اور زندگی سے نکال باہر کرنا اور امت کو اپنی ہی داخلی لڑائیوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکائے رکھنا، اور اسے آزادی کی راہ اور حقیقی عروج کی منزلوں سے روکنا۔ جب تک ہم سب مل کر عقیدے کی بنیاد پر نفوس اور حقیقت میں ہمہ گیر اور جڑ سے تبدیلی لانے کے لیے اکٹھے نہیں ہوں گے، اور امت اپنے اس مقدر کے منصوبے یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلادتِ راشدہ کے گرد جمع نہیں ہو گی جس کا دستور رب العالمین کی وحی سے مستنبط ہے، تب تک امت ان جدید بتوں کی غلامی سے دنیا میں رسوائی اور تنگ زندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں کرے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى**﴾ "اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو اس کے لیے معیشت (زندگی) تنگ ہو گی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے" (سورۃ طٰہٰ: 124)۔

اے ہمارے معزز اہل و عیال اور پیارو، اور اے وہ لوگو جو یمن کے میدانوں اور محاذوں پر اپنی جانیں پیش کرنے کے لیے نکلتے ہو: تمہاری یہ عظیم قربانیاں یقیناً بین الاقوامی سودے بازی کی منڈیوں میں سستے داموں بیچی جا رہی ہیں، اور تمہارے یہ "رویبضہ" (نااہل) قائدین اس کافر طاغوتی نظام کے وفادار مجاور ہیں جو تم سے تمہاری لڑائی کا پھل چھین رہا ہے۔ ہماری امت کے لیے عزت اور وقار صرف اس اصولی اور انتھک جدوجہد میں ہے جو اس باشعور اور مخلص گروہ کے ساتھ مل کر کی جائے، جس نے ان دستوری بتوں کو ان کی بنیادوں سے ڈھانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وہ حقیقی میدان جو جان و مال کی قربانی کا مستحق ہے، وہ قومی بتوں اور زنگ آلود لوہے کے میدان نہیں ہیں، بلکہ وہ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کا میدان ہے۔ وہ ریاست جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکمرانی کرتی ہے، اور جہاں اقتدار امت کا اور حاکمیت صرف اللہ کی شریعت کی ہوتی ہے۔

آج تمہارا انتخاب تمہارے وجود کا مسئلہ ہے۔ یا تو عقلوں کی اس ڈکیتی پر راضی ہو کر جاہلیت کے تنازعات اور جمہوری مادی و دستوری بتوں کی غلامی میں رہو، یا پھر اسلام کی ہدایت اور اس کی عزت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو تاکہ زندگی اور اللہ کی حاکمیت کی پکار پر لبیک کہو، ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ**﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے" (سورۃ الانفال: آیت 24)؛ تاکہ تم اپنی سچی قربانی اور اپنے دین کی نصرت کے ذریعے اس تمکین کا شرف حاصل کر سکو جس کا وعدہ کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ**﴾ "اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس کی (دین کی) مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بڑی قوت والا، نہایت غالب ہے" (سورۃ الحج: آیت 40)۔

یہود کے ساتھ صلح شرعی طور پر حرام اور سیاسی طور پر خطرناک ہے

تحریر: استاد عبد والدلی

(ترجمہ)

"ہم (اسرائیل) کے ساتھ تصادم سے اجتناب کریں گے کیونکہ اس میں ہمارا کوئی مفاد نہیں ہے، اور ہم کئی ممالک کی شراکت کے ساتھ (اسرائیل) کے ساتھ ایک سیکورٹی معاہدے تک پہنچنے کے لیے کام کر رہے ہیں، اور اگر (اسرائیل) کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ کامیاب ہو گیا تو یہ مقبوضہ گولان پر شام کے حق سے دستبردار ہوئے بغیر ایک جامع امن کی راہ ہموار کرے گا"۔ ان الفاظ کے ساتھ شام کے عبوری مرحلے کے سربراہ احمد الشرع نے مستقبل میں یہودی وجود کے ساتھ تنازع کی شکل کیسی ہو گی، اس بارے میں اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

بیان کے سیاسی تناظر میں وارد ہونے والے اہم نکات:

عسکری کشیدگی سے گریز: الشرع نے اس بات پر زور دیا کہ دمشق، یہودی وجود کے ساتھ کسی بھی حالیہ تصادم یا عسکری مقابلے میں شامل ہونے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا، اور وہ سرحدی معاملات اور تناؤ کو سیاسی و سفارتی ذرائع سے حل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

بین الاقوامی سرپرستی اور تعاون: انہوں نے واضح کیا کہ شام ایک متوازن اور پائیدار سیکورٹی معاہدے تک پہنچنے کی ضمانت کے لیے ان انتظامات میں بااثر علاقائی اور بین الاقوامی ممالک کے ایک گروپ کو شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

قومیت کے اصول پر اصرار: انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مجوزہ سیکورٹی مفاہمتیں - کامیابی کی صورت میں - ایک جامع امن کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں، لیکن شامی خود مختاری سے دستبردار ہوئے بغیر یا بین الاقوامی قراردادوں کے مطابق مقبوضہ گولان کی پہاڑیوں پر شام کے ثابت شدہ حق کو ٹھیس پہنچائے بغیر۔

قومیت کے نعروں کے تحت جو لغزشیں ظاہر ہو رہی ہیں، ان کی وہ اہمیت ہے جو کسی بھی صاحبِ عقل سے مخفی نہیں ہے، اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی ذمہ داری بغیر کسی استثناء کے ان تمام لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس کا انکار کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ بار بار کی رعایتیں اور قربت و نارملائزیشن کی طرف دوڑنے کے واقعات کثرت سے دہرائے جا رہے ہیں، اور وہ بھی ہر بار ایسے غیر فہم اسباب اور ایسی وجوہات کی بنا پر جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ابتدا میں، تنگ نظر قومی ریاست کے منصوبے اور اس کی حدود میں شامل ہونا ان پہلے اقدامات میں سے تھا جنہوں نے مقدسات کی فروخت کو قبول کرنے اور یہود کے ساتھ صلح کی طرف بھاگنے کی راہ ہموار کی، اور تقسیم کرنے والی قومیت کی فکر ہی وہ بنیادی محرک ہے جو امت کو اس کی قوت کے عناصر سے خالی کرنے، اور اصولوں سے دستبرداری اور قابض قاتلوں کے ساتھ نارملائزیشن کا راستہ ہموار کرنے کا باعث بنتی ہے۔

اب یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ امت کے حالات جس نہج پر پہنچے ہیں اس کی وجہ ان سازشوں کے بارے میں شعور کی کمی ہے جو ہمارے دشمن ہمارے خلاف بن رہے ہیں، اور اس باشعور سیاسی قیادت کا فقدان ہے جو مقدسات کے سودے کو روکے اور امت کو ذلت و تسلیمِ خم سے محفوظ رکھے۔ امت کے پاس قوت کے تمام اسباب، وسائل اور صلاحیتیں موجود ہیں، اور یہ اپنے مقدسات کے دفاع کے لیے ہیں نہ کہ دستبرداری اور مفاہمت کے لیے۔ آج ہمارے سامنے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس قوت کو ایک ایسی سیاسی قیادت کی ضرورت ہے جو اس کے لیے عمل کا راستہ متعین کرے اور اس کے لیے صحیح ہدف کا تعین کرے تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔ وسائل چاہے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، وہ اس وقت فائدہ مند نہیں ہوں گے جب ان پر قابض اور ان کی رہنمائی کرنے والا شخص، دشمنوں کی خدمت میں اور اپنے اندرونی وہن اور ہر چیز سے دستبرداری کے جواب میں ایسا کر رہا ہو تاکہ اس ٹیڑھی کرسی کی حفاظت کی جا سکے جو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائے گی۔

اور ہم یہ نہیں بھولے کہ یہود کا ریکارڈ غداری اور عہد و پیمان کی خلاف ورزیوں سے بھرا ہوا ہے، اور تاریخ کا شعور و بصیرت کے ساتھ مطالعہ اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے جس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں اور ان سے پہلے اللہ کے انبیاء کے ساتھ یہود کی تاریخ کی نمایاں خصوصیت غداری اور خیانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ پہلی اسلامی ریاست کے وقت سے، مدینہ منورہ نے انہیں اپنی آغوش میں لیا اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ میثاقِ مدینہ کیا جس نے ان کے حقوق اور سلامتی کی ضمانت دی، لیکن عہد شکنی کی ان کی فطرت جلد ہی ان پر غالب آ گئی۔ بنو قینقاع کی خیانت اور مسلمانوں کی حرمتوں پر ان کے حملے سے لے کر، نبی ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی بنو نضیر کی سازش تک،

اور پھر غزوہ احزاب میں بنو قریظہ کی وہ بڑی خیانت جب انہوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کی؛ غداری ہمیشہ ان کا شیوہ رہی ہے۔ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا، بلکہ تاریخ نے اللہ کے انبیاء اور رسولوں کے حق میں ان کی غداری کو ریکارڈ کیا ہے، جس میں قتل، تکذیب اور کلام کو اس کے مقامات سے بدلنا (تحریف) شامل ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ تصادم ناگزیر ہے۔ یہ وجود کا معرکہ ہے، حدود کا تنازع نہیں۔

ان کی وہ تاریخ جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا، آج ارضِ فلسطین اور خاص طور پر غزہ کی پٹی میں واضح طور پر منعکس ہو رہی ہے۔ مغضوب علیہم کا یہ وجود ہر روز یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ رکھتا ہے اور نہ کسی عہد و پیمان کا۔ وہ خون جو روزانہ بہہ رہا ہے، بچوں اور عورتوں کے اعضاء، جبری بے دخلی اور زندگی کے تمام بنیادی ڈھانچوں کی منظم تباہی، یہ سب اس وحشی غاصب یہودی وجود کی فطرت کے زندہ ثبوت ہیں۔

غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس نے اس یہودی وجود کی مجرمانہ فطرت کو ثابت کر دیا ہے، جیسا کہ معرکہ طوفانِ اقصیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہم اپنی زمین سے اس غاصب یہودی وجود کو جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتے ہیں۔ جب ہم ان حقائق کے سامنے ہیں تو کوئی صاحبِ عقل کیسے "سیکورٹی معاہدوں" یا اس یہودی وجود کے ساتھ "جامع امن" پر انحصار کر سکتا ہے جس کی بنیاد ہی خون ریزی پر ہے؟! قابض کے ساتھ صلح پر انحصار کرنا سراب پر انحصار کرنے کے مترادف ہے اور تمام شرعی اصولوں کا انکار اور ان سے انحراف ہے۔ نارملائزیشن کی طرف بھاگنے کا شرعی اور سیاسی خطرہ بہت عظیم ہے۔ سیاسی حقیقت پسندی یا ٹکراؤ سے بچنے کے بہانے ان لوگوں کے ساتھ صلح یا مفاہمت کی دعوت ہر سطح پر شدید خطرے اور شرکی نمائندگی کرتی ہے:

1۔ شرعی خطرہ: مسلمانوں کی زمین اور ان کے مقدسات سے دستبرداری یا اس کے ایک انچ پر بھی قابضین کے حق کو تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ غصب شدہ زمین وقت گزرنے کے ساتھ غاصب کی ملکیت نہیں بن جاتی، اور وہ صلح جس میں ان مجرم قاتلوں کی قانونی حیثیت کا اعتراف یا رعایت شامل ہو، وہ مکمل طور پر باطل صلح ہے، کیونکہ یہ ان قطعی شرعی احکام کے خلاف ہے جو قابض کے خلاف جہاد اور اسلامی سرزمین سے حملہ آور دشمن کو پیچھے دھکیلنے کا حکم دیتے ہیں۔

2۔ سیاسی خطرہ: عہدِ حاضر کے تاریخی تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہود کے ساتھ صلح کے سراب کے پیچھے بھاگنا صرف مزید غلامی اور ذلت لاتا ہے، اور یہ کہ قابض شخص مفاہمتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا سوائے اس حد کے جو اسے مفت

سیکورٹی فراہم کرے۔ سیکورٹی معاہدوں کے نام پر اس کی شرائط کو قبول کرنا اس کے تسلط کو مضبوط کرنے کے لیے محض ایک تمہید ہے جس کے ذریعے وہ پورے خطے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے، خاص طور پر اس کے بعد جب غزہ نے اس کی ہیبت کو خاک میں ملا دیا ہے۔

آج شرعی فریضہ کسی بھی انحراف کو روکنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور اس امت کے معاملات صرف اسی صورت میں درست ہو سکتے ہیں جب ایک مخلص سیاسی قیادت ہو جو اسلام کی عظیم آئیڈیالوجی کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس کے ذریعے امت کی قیادت کرے، پس تم ویسے بن جاؤ جیسا اللہ نے تمہارے لیے چاہا کہ تم بنو؛ اس کے مخلص بندے، اس کی رضا کے طلبگار، اس کے حکم پر عمل کرنے والے، اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکنے والے، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے پکارنے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے"۔(سورۃ الانفال: آیت 24)

ولایہ شام میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

جفری ساکس کا دورہ ازبکستان

عالمی معیشت میں وسطی ایشیا کی اہمیت کا اشاریہ

عالمی ماہرِ معاشیات، کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر اور اقوام متحدہ کے سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ سلوشنز نیٹ ورک کے سربراہ جفری ساکس نے جولائی 2026 میں شاہراہِ ریشم کے ایک تاریخی دورے کے دوران ازبکستان کا دورہ کیا۔ اس دورے کا محور علاقائی تعاون کو فروغ دینا اور پائیدار ترقی کی حمایت تھا۔ جفری ساکس نے تاشقند میں انسٹی ٹیوٹ فار میکرو اکنامک اینڈ ریجنل اسٹڈیز (IMRS)، اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) اور ازبک سینیٹ کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔

الرایہ: جفری ساکس کا دورہ ازبکستان محض ایک عالمی ماہر کا دورہ نہیں ہے، بلکہ یہ عالمی معاشی نظام میں وسطی ایشیا کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا ایک اشاریہ ہے۔ ازبکستان اس عمل سے مؤثر طریقے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور سائنس، ٹیکنالوجی، سرمایہ کاری اور باہمی مفاد پر مبنی بین الاقوامی تعاون ملک میں ترقی کے نئے افق کھول سکتا ہے۔

لیکن ان مواقع کے ساتھ ذمہ داری بھی آتی ہے۔ ہر مغربی سرمایہ کار ازبک عوام کی خوشحالی نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنی دولت میں اضافہ چاہتا ہے۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ممالک نہ صرف ہتھیاروں کے ذریعے زیرِ اثر آئے بلکہ معاشی وابستگی کے ذریعے بھی غلام بنائے گئے۔ اس تناظر میں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ 2025 کے اختتام تک ازبکستان کا مجموعی قرضہ تقریباً 46.85 بلین ڈالر تک پہنچ چکا تھا۔

مغربی معیشت اور اسلامی عدل کے معیار کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے اپنی پوری تاریخ میں کسی بھی غیر ملکی ملک کو ترقی نہیں دی، بلکہ اسے معاشی اور سیاسی طور پر اپنا محتاج بنا لیا ہے۔

جہاں تک اسلامی معاشی وژن کا تعلق ہے، تو معاملہ صرف دولت میں اضافے کا نہیں ہے، بلکہ اس کا بنیادی تعلق اس بات سے ہے کہ یہ دولت کیسے کمائی گئی اور معاشرے میں اسے کیسے تقسیم کیا گیا۔ اسلام میں مال انسان کی مطلق ملکیت نہیں ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق اسے خرچ کرے، بلکہ یہ ایک امانت ہے جس میں اللہ نے اسے اپنا نائب بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ

آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب (خلیفہ) بنایا ہے، پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (راہِ خدا میں) خرچ کیا، ان کے لیے بڑا اجر ہے۔"(سورۃ الحدید: آیت 7)

اس بنیاد پر، معاشی ترقی کی پیمائش صرف ایک مخصوص طبقے کی دولت سے نہیں کی جاتی، بلکہ پورے معاشرے میں عدل اور خوشحالی کے حصول سے کی جاتی ہے۔ اسی طرح سرمائے کا حلال ہونا، کسی کو نقصان نہ پہنچانا اور معاشرے کے مفاد کی خدمت کرنا اسلام میں بنیادی اہمیت کے امور ہیں۔

امریکی وفد کا سلامتی کونسل کے اجلاس سے واک آؤٹ!

27 جولائی کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس سے امریکی وفد احتجاجاً واک آؤٹ کر گیا جب فرانس کے سفیر جیروم بونافونٹ نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے ٹرمپ کے دور میں انسانی حقوق کے حوالے سے امریکہ کے ریکارڈ پر تنقید کی۔ یہ واک آؤٹ جنرل اسمبلی کی جانب سے وولکر ترک کی بطور ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق مدتِ ملازمت میں توسیع کے لیے ہونے والی ووٹنگ کے بعد ہوا، جس کی 144 ممالک نے حمایت کی جبکہ امریکہ ان دس ممالک میں شامل تھا جنہوں نے مخالفت کی۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کے لیے فرانسیسی مشن نے اعلان کیا: "امریکہ کبھی انسانی حقوق کا مینار تھا، لیکن اب ایسا نہیں رہا،" اور اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ امریکہ نے روس اور شمالی کوریا کے ساتھ مل کر ووٹ دیا۔ امریکہ کے متبادل مندوب ڈین نیگریا نے فرانس کے بیانات کو "مکارانہ تماشہ اور سیاسی بکواس" قرار دیا اور فرانس پر "دنیا کے بدترین انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ نرمی" کا الزام لگایا۔

الرایہ: یہ واک آؤٹ واضح طور پر بین الاقوامی سطح پر امریکہ کے اخلاقی اثر ورسوخ میں کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ ملک جس نے کبھی خود کو انسانی حقوق کے میدان میں ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی تھی، آج بامقصد تنقید میں شامل ہونے کے بجائے ڈرامائی واک آؤٹ کو ترجیح دے رہا ہے۔ انسانی حقوق کی ووٹنگ کے معاملے میں فرانس کا امریکہ کو شمالی کوریا اور روس سے تشبیہ دینا ایک ٹھوس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کے حوالے سے امریکہ کی وابستگی کو اب دنیا اس کے اپنے مفادات کی حدود سے باہر نہیں دیکھتی۔